UNIVERSAL LIBRARY

OU_222338

UNIVERSAL LIBRARY

OUP—43—30-1-71—5,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. [illegible] Accession No. U 1066

Author [illegible]

Title [illegible]

This book should be returned on or before the date last marked below.

یارب دلِ پاک و جانِ آگاہم دہ   آہِ شب و گریۂ سحرگاہم دہ
در راہِ خود اوّل زِ خودم بیخود کن   انگاہ ز بیخودی بہ خود راہم دہ

جامیؒ

جامِ طہور

رباعیات و قطعات کا مجموعہ

از

خواجہ عبدالسمیع پال آثر صہبائی ایم۔اے۔ایل ایل۔بی۔

ناشران

تاج کمپنی لمیٹڈ۔ ریلوے روڈ۔ لاہور

P. G. CHECKED 1963

انتساب

P. G.

میں اس جام کو اُن زندۂ جاوید انسانوں کے
نام پر نوش کرتا ہوں جن کی زندگیاں حق جوئی،
حق گوئی اور حق پرستی میں صرف ہوئیں۔ ع
مردے گردی چو گردِ مردے گردی!

صہبائی

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY HYDERABAD-7

OSMANIA UNIVERSITY
LIBRARY
HYDERABAD-7

اشارات

کسی تخلیقی کام کے ارتقائی مدارج کا مطالعہ اس کے معانی و مطالب کے سمجھنے میں بہت حد تک معاون ہوتا ہے۔ اس خیال کے پیشِ نظر مجھے ان اوراق میں "جامِ طہور" کے محرکات اور اپنے ذہنی اور روحانی انقلابات کا مختصر سا تذکرہ کرنا ہے۔

میں ابھی دس برس کا تھا کہ مجھے قافیہ پیمائی کا شوق پیدا ہوا۔ بارہ تیرہ برس کی عمر تک میری شاعری کی حیثیت صرف تک بندی تک محدود تھی۔ چودہ برس کی عمر میں شاعری کی الہامی کیفیت محسوس ہونے لگی۔ انہیں ایّام میں مجھے غالبؔ اور اقبال کے کلام سے لگاؤ پیدا ہوا۔ جو آج تک برابر ترقی کرتا رہا ہے۔ انّیس برس کی عمر تک غزل اور نظم کی مشق جاری رہی۔ رباعی گوئی کا آغاز بیس برس کی عمر میں ہوا۔ اور اس کا محرک حضرت خیّام کی رباعیات کا مطالعہ تھا۔ خیّام کی رباعیات کا مطالعہ میری رباعیات پر خصوصاً اور میری شاعری پر عموماً بہت حد تک اثر انداز ہوا۔ انگریزی ادبیات اور مغربی فلسفہ کا مطالعہ میرے بہت سے تصورات میں انقلاب پیدا کر چکا تھا۔ مذہب، خُدا، خیر و شر اور دیگر اسی قسم کے مسائل کے متعلق میرے خیالات میں بہت تبدیلی پیدا ہو چکی تھی۔ یعنی وہ مذہبی تصورات جو مجھے وراثت میں ملے تھے بالکل برباد ہو چکے تھے۔ پھر آغازِ شباب تھا۔ مادی خوشبوؤں میں عجیب و غریب سحر محسوس ہوتا تھا، دنیا رنگ و بو کا ایک پیکر تھی۔ تمام گرد و پیش حُسن و جمال کی موجوں میں ہلکورے لے رہا تھا۔ روح ایک گہری نیند سو رہی تھی۔ ایسے میں خیام کا فلسفۂ حیات جلتی آگ پہ تیل کا کام کر رہا تھا۔ خیّام

ایک بالغ نظر حکیم اور قادر الکلام شاعر ہے۔ اس لئے اس کا استدلال جو فلسفیانہ نکتہ سنجی اور شاعرانہ جوش و لطافت سے بھرپور ہے دل اور دماغ دونوں کے لئے بے پناہ ہے۔ دنیا کی بے ثباتی، انقلاب پیہم مستقبل کا گھٹ ٹوپ اندھیرا، تقدیر اور خدا کی پر اسرار کارفرمائیاں خیام کو اس نتیجہ پر پہنچاتی ہیں:-

ساقی بہ بہشت ایں ہمہ مشتاقی چیست!
جنت مے و ساقی بود و باقی چیست!
ایں جاست مے و ساقی و آنجاست ہمیں
پس در دو جہاں بہ از مے و ساقی چیست!

گویند بہشت و حوض و کوثر باشد
وانجا مے ناب و شہد و شکر باشد
پر کن قدح بادہ و بر دستم نہ
نقدے ز ہزار نسیہ خوشتر باشد

خیام کے استدلال کی بنیادیں درست ہیں لیکن اس کے نتیجہ سے ہمیں اتفاق نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ انقلابات و حوادث عالم کی یورش نہایت ہی سفاک ہے۔ انسان کی بے چارگی انتہائی طور پر درد انگیز ہے، عدم و وجود کے مسائل شکوک و شبہات کی تاریکیوں میں مستور ہیں۔ انسانی زندگی عارضی ہے اور موت اٹل، لیکن ان تمام حقائق کے باوجود ہمارے جسمانی، ذہنی اور روحانی آلام کا علاج تعیش کی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا علاج تزکیۂ نفس ہے جس کو قرآنی اصطلاح میں "ذکر الٰہی" کہا گیا ہے

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ !

عیش و عشرت زندگی کے آلام کا مداوا نہیں بلکہ یہ اقدامِ خودکشی ہے جو تمام بانیانِ مذاہب اور ہادیانِ عالم کی نگاہ میں قطعی طور پر مذموم ہے ۔

خیام کی مسرّت مادی مسرت ہے ، اس کی شراب وہی انگوری شراب ہے جو میخانوں میں فروخت ہوتی ہے ۔ اس کا ساقی وہی حسین و جمیل اور نازک اندام انسان ہے (خدا معلوم مرد یا عورت) جو میخانوں میں اربابِ ہوس کے لیئے عشوہ فروشی کرتا ہے ۔ اس کی مسرتیں مادی ہیں اور اسی لئے آلودہ ۔ خیام کی شاعری کے مطالعہ سے روح کی ملکوتی قوتیں بیدار نہیں ہوتیں بلکہ ان کی نیند اور بھی گہری ہوتی جاتی ہے ۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس نے اپنے خیالات و جذبات کا اظہار نہایت بے باکی اور جرأت کے ساتھ کیا ہے ۔ حقائقِ عالم پر نہایت بصیرت افروز تنقید ہے مکر و فریب اور ریاکاری کا پردہ نہایت بے دردی سے چاک کر کے رکھ دیا ہے ۔ اس کی شاعری میں عبرت و موعظت کے دفتر پنہاں ہیں لیکن افسوس کہ وہ ان بلند مقامات تک نہ پہنچ سکا جہاں شاعر اور پیغمبر ہم رنگ نظر آتے ہیں ، زندگی کے آلام و مصائب ، تقدیر کی ستم ظریفیاں اور حیاتِ انسانی کی بے ثباتی اس کے خاص مضامین ہیں لیکن ان تمام مشکلات کا حل اس کو صرف جام و مینا میں نظر آیا " ساقیِ حور سرشت " اور " صنمِ لالہ رُخ " کو ہی اُس نے اپنا مشکل کشا قرار دیا ۔ خیام کا مقام ایک حق گو یا مُنہ پھٹ رند کا مقام ہے اور اس مکر و سالوس کی دنیا میں یہ بھی کچھ کم مقام نہیں ، غرض خیّام کے فلسفۂ حیات نے آغازِ شباب کے طوفانی جذبات کو اور بھی طوفانی بنا دیا جس کی رو میں گناہ و ثواب کا امتیاز ایک تنکے کی طرح بہ گیا اس دور کا رنگ ذیل کے اقتباسات سے ظاہر ہے :-

حوران بہشت کی تمنّا بے سود — ہنگام شباب زہد و تقویٰ بے سود
لبریز نشاط ہے گلستان بہار — یادِ غمِ دوش و فکرِ فردا بے سود

ہائے کیا شے ہے بادۂ گل ریز! — روح سرمست چشم مینا تیز!
مے ہر اک درد کی دوا ہے اثر — غم رُبا، جاں فزا، نشاط انگیز!

ہے زیرِ نقاب شادمانی آئی — کس رنگ میں مرگِ ناگہانی آئی
تاریکی و نور میں نہ کچھ فرق رہا — آندھی کی طرح اثر جوانی آئی

تاریکی اندوہ ہے باقی ساقی! — ہاں بادہ دلفروز ساقی ہاں ساقی!!
یہ رنگ یہ محفلیں رہیں یا نہ رہیں — ہے عہدِ شباب اتفاقی ساقی!

غرقاب سکوت ہوں کہ تقریر کروں — ممکن نہیں سرتابیٔ تقدیر کروں
تدبیر بھی کرنے پہ ہوں مجبور اثر — تقدیر میں لکھا ہے تدبیر کروں

کیا رنگِ بہار تیری تدبیر سے ہے — کیا بادِ سموم تیری تقصیر سے ہے!
اندیشۂ انجام میں کیوں گھلتا ہے؟ — تقدیر سے ہے تمام تقدیر سے ہے!!

انہیں ایام میں مجھے انگریزی ادیب آسکر وائلڈ کی چند تصانیف کے مطالعہ کا اتفاق ہوا اس کے اثرات بھی خیامی اثرات سے بہت ملتے جلتے تھے۔ یہ رنگ میری شاعری پر ایک مدت طاری رہا۔ چنانچہ جب ۱۹۲۸ء کے آغاز میں میری رباعیات کا مجموعہ "جامِ صہبائی" کے نام سے شائع ہوا تو اس کا معنوی انتساب حکیم

موصوف کے نام ایک مختصر اور عقیدت مندانہ نظم کے ذریعہ کیا گیا تھا۔

"جامِ صہبائی" کی اشاعت پر حضرت مولٰنا سید سلیمان ندوی مدظلہ نے میری حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے مجھے مشورہ دیا کہ میں اپنی تمام توجہ رباعی کی طرف مبذول کر دوں۔ مولانا ممدوح کے اس مخلصانہ مشورہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں رباعیات، غزل اور نظم کی نسبت بہت زیادہ تعداد میں لکھی گئیں۔

اس کے بعد مجھے مغربی فلسفہ کا زیادہ عمیق مطالعہ کرنے کا موقعہ حاصل ہوا۔ اب مغربی فلسفہ کے ساتھ ساتھ ہندوستانی فلسفہ کا مطالعہ بھی جاری تھا۔ مغربی حکماء میں سے برگسان اور ہندوستانی حکماء میں سے مہاتما گوتم بدھ اور شنکراچاریہ کے خیالات نے مجھے بالکل مسحور کر دیا اور حق یہ ہے کہ مجھے اپنا فلسفۂ حیات مرتب کرنے میں ہندوستانی فلسفہ سے بہت زیادہ مدد ملی۔ شاعری کے بلند ترین مقامات کا احساس بھی مجھے ہندوستانی فلسفہ کے ذریعے ہوا۔ انسانی فطرت کے اسرار اور کمالات مجھ پر روشن ہو گئے اور مجھے اپنا نصب العین خود دریابی اور ضبطِ نفس میں واضح طور پر نظر آنے لگا۔ مادی خوشیوں کا طلسم بہت حد تک ٹوٹ گیا اور میری روح اپنے گہرے خواب سے بیدار ہو کر انگڑائیاں لینے لگی۔ اس دور کا رنگ ذیل کی رباعیات سے ظاہر ہوگا۔

نیرنگِ طلسم زندگی کو پایا ‌ ‌ ‌ آلودۂ غم ہر اک خوشی کو پایا
تسکین ہے اگر تو ذکرِ یزداں میں اثر ‌ ‌ ‌ سرچشمۂ بے خودی اسی کو پایا

اے غرقِ گناہ اے پشیمانِ حیات! ‌ ‌ ‌ ہے یاس سے چاک چاک دامانِ حیات!
جو کھول کے بختِ بد پہ روئے اے دل!! ‌ ‌ ‌ ہے گریۂ معصیت میں سامانِ حیات

اے کاش فروغِ نور ہوجائے دل — تاریک ہے برقِ طور ہوجائے دل!
یا حسنِ ازل کا آئینہ ہوجائے! — یا ٹوٹ کے چُور چُور ہوجائے دل!

ممتاز ہے شانِ ارجمندی میری — ہے رشکِ عرش سربلندی میری
سجدہ بھی کیا تو تیرے در پہ یارب! — نازاں ہے بہت نیازمندی میری

اے کاش ہر ایک آنکھ بینا ہوجائے! — ہر سینہ فروغِ برقِ سینا ہوجائے!
لذت کشِ جامِ عشق ہوجائے دل — بیگانۂ ذوقِ جام و مینا ہوجائے!

اگست ۱۹۲۷ئہ میں میری شادی ہوئی۔ اس واقعہ سے میرے فلسفیانہ نظریات میں کوئی خاص تبدیلی نہ ہوئی۔ البتہ شاعری میں رنگینی اور مستی پہلے کی نسبت بہت زیادہ ہوگئی۔ انسانی محبت کے پاکیزہ ترین جذبات سے روشناس ہوگیا۔ اس دور کی یادگار میری وہ جذباتی شاعری ہے جس میں مناظرِ فطرت کے معصوم جلوے جھلک رہے ہیں اور محبت عالمِ بیخودی میں سانس لے رہی ہے۔ اگرچہ اس واقعہ کا آغاز اتنا انقلاب انگیز نہ تھا لیکن اس کا انجام میری زندگی اور میری شاعری کا اہم ترین سانحہ بن گیا۔ "راحت" مرحومہ کی موت نے میری زندگی اور میری شاعری کا ایک نیا ورق اُلٹا اگر میری شاعری کے دو مختلف دور قائم کئے جائیں تو "راحت" کی موت ان کی حدِ فاصل ہوگی۔ مرحومہ کی موت سے دنیا کی بے ثباتی ہمیشہ کیلئے دل پر ثبت ہوگئی۔ قلب و جگر پاش پاش اور دماغی قوے معطل ہوگئے میرے سینے کے زخموں کا خون آنکھوں سے جاری ہوگیا۔ میں نے چاہا کہ اس کو موت کی تاریک دنیا سے کھینچکر دوبارہ زندہ کر دوں۔ آہ اس کے جسم کو زندہ کرنا میرے بس

کی بات نہ تھی اس۔ لئے میں نے اس کی یاد کو اپنے درد انگیز نغموں میں محفوظ کر لیا۔ ان ایام میں میر مغفور کے کلام کا اکثر مطالعہ رہتا تھا۔ چنانچہ راحت کدہ میں میر کے اثرات نمایاں ہیں۔ راحت کی وفات کی تاریخ ۱۳ مئی ۱۹۳۱ء ہے۔

امتداد زمانہ کے ساتھ جب رنج و غم کی شدت کچھ کم ہوئی تو عقل اور دماغ نے ہوش سنبھالا۔ یہی وہ دور ہے جس میں میں نے موت و حیات، فنا و بقا اور عدم و وجود کے مسائل پر فلسفیانہ انداز میں غور کیا۔ اگرچہ اب بھی "راحت" کی موت میرے تمام تخیلات و جذبات کی محرک تھی۔ لیکن موضوع نے کائناتی وسعت اختیار کر لی۔ اب صفحۂ قرطاس پر میرے قلب و جگر کے زخموں کا خون نہ تھا بلکہ موت و حیات کی حقیقت کا عمیق مطالعہ تھا۔ انقلابات و حوادثاتِ عالم پر ایک مفکرانہ نگاہ تھی۔ عقل اور جذبات آپس میں ہم آغوش تھے۔ اب میرے اپنے مصائب کا تذکرہ نہ تھا بلکہ عام انسان کی مجبوری اور بے چارگی کی المناک داستان تھی۔ "راحت" کی موت کا ذکر نہ تھا بلکہ اس موت کا ذکر تھا جو ازل سے ایک دبیز، سیاہ اور خوفناک پردے کی طرح آویزاں ہے جس کا خوف ابتدائے آفرینش سے انسان کے دل کو لرزا رہا ہے۔ جس کے اسرار آج تک سربستہ ہیں جس نے لاتعداد انسانوں کے قلب و جگر کو اپنے بے رحم تیروں سے چھید ڈالا جس کی بے محابا یورشوں سے اولادِ آدم کی آنکھوں سے آنسوؤں کے کتنے ہی سمندر بہ نکلے۔ اس دور کی شاعری میں ایک خوف آمیز "تحیر" ایک یاس انگیز پریشانی اور ایک دردناک نالہ ہے۔

راز عدم و وجود پایا نہ گیا ۔۔۔ یہ پردۂ مرگ و زیست اٹھایا نہ گیا
انکار بھی ہو سکا نہ مجھ سے ہمدم ۔۔۔ ایماں بھی مگر خدا پہ لایا نہ گیا

اس خوابِ پُر آشوب کی تعبیر نہ پوچھ ۔۔۔ اک حرفِ غلط ہے اس کی تفسیر نہ پوچھ

افسانۂ منصور ہے تجھے یاد نہیں! اسرارِ خدا و روح و تقدیر نہ پوچھ

دل خون ہوا ہے رنج سہتے سہتے آنسو دریا ہوئے ہیں بہتے بہتے
تاریکیِ شب یونہی رہے گی ہمدم سو جائیں گے ہم فسانہ کہتے کہتے

گل چوم کے واہ واہ کی ہے میں نے کانٹا چبھنے پہ آہ کی ہے میں نے
رویا ہنس ہنس کے اور ہنسا رو رو کر یوں ختم شبِ سیاہ کی ہے میں نے

اک بحرِ پُر آشوب ہے ساحل کے بغیر دیوانۂ مضطرب سلاسل کے بغیر
کیا کہئے یہ کائنات کیا ہے اِرشادؔ اک قافلۂ برق رو ہے منزل کے بغیر

اس عالمگیر فنا پر غور کرتے ہوئے میں نے سوچا کہ آخر "بقا" کس چیز کو ہے! ہر ایک شے کی ایک میعاد ہے اور اس کے بعد فنا کی تاریکی۔ انسانی تاریخ میں کیسے کیسے اربابِ کمال پیدا ہوئے۔ کیسے کیسے حسن و جمال کے روح افروز مظاہر اس تاریک دنیا کو روشن کرتے رہے۔ کیسے کیسے عقل و دانش کے پیکر معرضِ وجود میں آئے کیسے کیسے شہنشاہانِ جبروت اس خاک سے سربلند ہوئے اور پھر کیسے کیسے حق پرست اولیا اور انبیاء نے اس کرۂ زمہریر کو اپنی مسیحا نفسی سے گرمایا۔ لیکن ہر ایک اپنے اپنے مقرر وقت پر موت کے تاریک پردے کو چھوتا ہوا عدم کی سرحدوں میں داخل ہو گیا اور پھر واپس نہ آسکا اُن کے اجسام ذرّوں میں تبدیل ہو گئے۔ ایسے ذروں میں جن کی پہچان اب انسانی نگاہ کے لئے ناممکن ہے۔ لیکن اربابِ حق و صداقت کی یاد آج تک زندہ ہے۔ کروڑوں انسان آج بھی اُن کے ذکر پر جذبۂ احترام سے اپنی گردنیں جھکا دیتے ہیں۔ کروڑوں فرزندانِ آدم آج بھی اُن کی

عزت وحریت پر اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دینے کے لئے طیار ہیں، وہ زندہ ہیں اور زندۂ جاوید ہیں "وقت" کے سمندر کی موجیں سیلابِ فنا بن کر عجیب محشر برپا کر رہی ہیں ان کے نام فولاد سے زیادہ مضبوط چٹان کی طرح قائم و دائم ہیں فطرت نے اُن کے نام اس قلم سے لکھے جس سے لوحِ محفوظ کے نقوش تیار ہوتے ہیں۔ اور روشنائی انہوں نے اُس کے لئے ایک ایک ستارے سے اس کی روشن ترین شعاعیں حاصل کیں، سورج سے زندگی بخش حرارت کا جوہر لیا، چاند سے اُس کی رنگین ترین کرنیں بہم پہنچائیں، گوہر سے چمک اور بہار کی صبح سے اس کا سارا تبسم چھین لیا وہ زندہ ہیں اور اُن کی غیرفانی روحیں موت کی ناکامی پر متبسم ہیں۔

میں نے سوچا کہ ان غیرفانی انسانوں کا کیا مابہ الامتیاز تھا جس کی قوت سے انہوں نے "فنا" کو سرنگوں کر دیا۔ معلوم ہوا کہ ان مبارک ہستیوں نے اپنی زندگیاں حق جوئی حق گوئی اور حق پرستی میں صرف کر دی تھیں۔ ان کے خاکی پیکروں میں محبت کے لازوال آفتاب چمک رہے تھے۔ ان کی رگوں میں ابدی زندگی کا خون موجزن تھا۔ وہ نیکی کے نور میں ملبوس تھے حُسن، حق اور نیکی ازلی اور ابدی ہیں۔ فنا کے جھونکے ان قندیلوں کو بجھانے کے لئے ابد تک ترستے رہیں گے۔

انہیں ایام میں مجھے مہاتما گاندھی کی آپ بیتی پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے ساتھ ہی کونٹ ٹالسٹائی کے سوانح حیات بھی نظر سے گزرے۔ مجھے اس امر کا نہایت مسرت کے ساتھ اعتراف ہے کہ ان دونوں کتابوں اور شخصیتوں کا میرے افکار و کردار پر نہایت صالح اثر پڑا۔ اس دور کا رنگ یہ تھا۔

ہنگامۂ روح و جاں ہے حق کی مستی — سیلِ ہمہ بے کراں ہے حق کی مستی
گو تلخ ترین ہے حق کی مے اے ہمدم! — خوش باش کہ جاوداں ہے حق کی مستی

حق آشنا و حق آگاہ و حق پرست ہوں میں
کہ ایک میکش خمخانۂ الست ہوں میں
وہ رند ہوں کہ رہا بے نیاز بادہ و جام
نثار جس پہ ہوں سو میکدے وہ مست ہوں میں

ہر شے ہے فنا پذیر جز جلوۂ حق
ہر نغمہ ہے شورِ خام جز نغمۂ حق
ہر کیف و سرور کا ہے انجام خمار
بے رنج و غمِ خمار ہے بادۂ حق

لب پر ترے نعرۂ صدائے حق ہو
ہر قول و عمل ترا برائے حق ہو
باطل ہے یہ بت خانۂ اسباب مجاز
اے دوست تو بندۂ خدائے حق ہو

ساتھی جھوٹے ہیں سب کے سب حق کے سوا
ہوتا ہے کسی کا کوئی کب حق کے سوا
اے دوست نہ چھوڑنا کبھی دامنِ حق
ہر چیز ہے بے ثبات جب حق کے سوا

میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں کہ اقبال کے کلام کے ساتھ مجھے بچپن سے ہی لگاؤ رہا ہے۔ متذکرہ بالا محرکات کے ساتھ ساتھ اقبال کا اثر بھی جاری تھا۔ لیکن اس کے اثرات میری شاعری میں اتنے نمایاں نہ تھے۔ اب پھر میں نے اس کی ایک ایک کتاب کو حرف بحرف پڑھنا شروع کیا اور اس کی نظم کی کتابوں کے علاوہ اس کے چھ انگریزی لیکچروں کا بھی عمیق مطالعہ کیا اب جبکہ مغربی فلسفہ بھی میرے پیش نظر تھا۔ اقبال کا فلسفۂ حیات سمجھنے میں مجھے زیادہ آسانی ہو گئی۔ برگسان کے مطالعہ سے اقبال کے نظریاتِ شاعری زیادہ روشن ہوتے تھے۔ اور اقبال کے مطالعہ سے برگسان کا فلسفہ زیادہ واضح ہوتا تھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اقبال کی شاعری مشرقی حکماء اور شعراء سے بھی متاثر ہوئی ہے لیکن اقبال نے اپنا فلسفۂ حیات مرتب کرنے میں برگسان اور نیٹشے کے بہت

سے اثرات قبول کئے ہیں۔

اقبال کے خاکی پیکر کے اندر جذبات کا ایک بحرِ ذخّار موجزن ہے۔ اس کے فلک پیما تخیل کی کمند کائنات کے گوشے گوشے پر پھیلی ہوئی ہے۔ زندگی کے اسرار اس کی چشمِ بصیرت پر روشن ہیں اس کی شاعری آفتابِ بہار کی طرح سرچشمۂ حیات ہے۔ وہ ہمارے انتہائی شریفانہ جذبات کو بیدار کرتا ہے۔ ہماری رُوحوں کے لئے حیاتِ ابدی کا ایک پیغام ہے۔ وہ درماندہ اور افسردہ دلوں میں برقِ عمل دوڑا دوڑا کر ان کو کشاکشِ زندگی کے لئے تیار کرتا ہے۔ وہ افراد کو ان کی اولوالعزمانہ عظمت سے آگاہ کرتا ہے اور اقوام کو آزادی کی حرارت سے گرماتا ہے۔ اقبال کی شاعری رزمگاہِ ہستی میں ایک نعرۂ مردانہ ہے۔ اس کے سینے میں خالدؓ اور طارقؒ کی روحیں بے چین ہیں۔ اس کا مطمحِ نظر شوکتِ سنجر اور فقرِ بایزید بسطامی ہے۔ وہ حکومتِ الٰہی کو قائم کرنا چاہتا ہے۔ وہ حکومت جہاں حق وصداقت کا بول بالا ہو، جہاں مزدور کی گردن سرمایہ دار کے آہنی پنجہ سے آزاد ہو۔ جہاں افراد اپنی اپنی روحانی نشو ونما میں آزادی کے ساتھ مصروف ہوں اور جہاں دنیا مجموعی طور پر اپنی ملکوتی قوتوں کے بروئے کار لانے میں سرگرم ہو۔

اقبال کی شاعری کے کئی پہلو ہیں جن میں سے دو نہایت واضح اور جامع ہیں۔ اس کی شاعری کے ایک پہلو میں حیاتِ اجتماعی کا فلسفہ ہے یہ اسلام کے عروج و زوال کی ایک خونچکاں داستان ہے۔ لیکن اس کی شاعری کا یہ حصّہ ان عالمگیر حقائق ومعارف کا حامل ہے جن میں ہمیں قوموں کے عروج وزوال کے حقیقی اسباب نظر آتے ہیں۔ فلسفۂ اقوام کو واضح کرنے کے لئے اقبال نے اس قوم کو مثال کے طور پر لیا ہے جس کا وہ خود بھی ایک فرد ہے۔ ظاہر ہے کہ اقبال کا یہ انتخاب نہایت ہی مناسب اور صحیح ہے۔ اقبال کی یہ شاعری جس

درد و خلوص، سوز و گداز اور جوش و خروش سے معمور ہے وہ صرف اسی صورت میں ممکن تھا کہ وہ اپنی ہی قوم کی تاریخ کو اپنی شاعری کا موضوع قرار دے۔ اس لئے اگرچہ اس کی یہ شاعری صرف اسلام اور مسلمانوں کے لئے وقف ہے تاہم یہ اس لحاظ سے کائناتی اور عالمگیر ہے کہ ہر ملک و قوم اور ہر زمانہ کے ارباب بصیرت کے لئے اس میں عبرت و موعظت کے دفتر پنہاں ہیں۔

اقبال کی شاعری کا دوسرا پہلو انفرادی اور کائناتی حیات ہے۔ اس کا موضوع صرف حیاتِ انسانی ہی نہیں بلکہ وہ زندگی ہے جو کائنات کے پیکر کے اندر ایک بے قرار موج کی طرح تڑپ رہی ہے۔ یہ دونوں موضوع ازلی اور ابدی ہیں اور حق یہ ہے کہ اقبال نے اس رنگ میں اپنے شاعرانہ کمالات بہت زیادہ خوبی کے ساتھ دکھائے ہیں۔ خود دریابی، لذتِ پیکار، انسانی الوہیت، حیاتِ جاوید، معرکۂ حق و باطل، فلسفۂ خیر و شر، جبر و قدر، مردِ حق اور حکومتِ الٰہی کے مضامین کا نہایت پر زور، موثر، عمیق اور بصیرت افروز بیان ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ مضامین اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل نئے نہیں۔ لیکن ازلی اور ابدی چیزوں کو نیا یا پرانا کہنا ہی مہمل ہے۔ یہ مضامین وقت اور مقام کی قید سے بالا ہیں۔ ہر زمانہ اور ہر ملک میں اربابِ فکر کی توجہ کا مرکز رہے ہیں اور رہیں گے۔ اقبال کا طغرائے امتیاز یہ ہے کہ اس نے ان تمام مسائل کو انتہائی دلکش اور موثر انداز سے پیش کیا ہے۔

اقبال کی شاعری کے دوسرے پہلو کے اثرات میری شاعری میں بہت نمایاں ہیں۔ اگرچہ میرے ان تصورات کے اور بھی ماخذ ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ ان تصورات و تاثرات کا مرکزی ماخذ اقبال ہی ہے۔ ذیل کی رباعیات میں اقبال کے اثرات ظاہر ہیں۔

اے حاصلِ دہر! تجھ کو حاصل کی تلاش
اے بر لبِ ساحل! تجھے ساحل کی تلاش
تو خضر بھی منزل بھی رہِ منزل بھی
رہبر کی تلاش کر نہ منزل کی تلاش

جب ہمّتِ اہلِ دل سنبھل جاتی ہے
تقدیر سے تدبیر کی چل جاتی ہے
گر صدقِ طلب ہو اور شمشیرِ عمل
تقدیر بھی اے دوست بدل جاتی ہے

مردانِ خود آشنا ہیں ممتاز و بلند
پھیلی ہوئی دو جہاں پہ ہے ان کی کمند
ظاہر میں ہیں مشتِ خاک باطن میں ہیں نور
ذرّوں میں تجلّیوں سے خورشید ہیں بند

کچھ حق سے جدا نہیں ہیں مردانِ خدا
مجبورِ فنا نہیں ہیں مردانِ خدا
لاریب خدا کے دست و بازو ہیں یہی
ہر چند خدا نہیں ہیں مردانِ خدا

ملتا ہے یہ درد آشنا بن بن کر
غمہائے حیات کی دوا بن بن کر
ابلیسِ لعین کا اثر کیا کہیے!
آتا ہے یہی کبھی خدا بن بن کر

ہے خونِ جگر سے لالہ رو جلوۂ عشق
ہے دار و رسن بدوش ہنگامۂ عشق
عصیاں سے بہت بلند نیکی ہے مگر
نیکی سے بہت بلند ہے رتبۂ عشق

سرمایۂ افتخارِ آدم ہے یہی
جبریل یہی ہے اسمِ اعظم ہے یہی
ہے تیرے مقدر میں غمِ عشق اگر
خوش باش! کہ حاصلِ دو عالم ہے یہی

ہونے دے دل و جگر کا خوں ہونے دے
افلاک کی یورشیں فزوں ہونے دے
کٹتا ہے جو سر نیزا تو کٹ جائے آثرؔ
یہ حق کا علم نہ سرنگوں ہونے دے!

ہم حق کے لئے ہیں خوں بہانے والے
ہم اپنے ہی خوں میں ہیں نہانے والے
ہم موت و حیات سے ہیں بالا ای دوست!
ہم پرچم حق کے ہیں اٹھانے والے

ہے پیکرِ نور ابنِ آدم اب بھی
ہے بزمِ جہاں میں سب سے اعظم اب بھی
کونین ہوں اب بھی اس کے قدموں پہ نثار
ہو جائے اگر یہ حق کا محرم اب بھی

غالباً ۱۹۱۸ء کی بہار کی ایک شام تھی کہ سیر کے وقت ایک دوست کے پاس "گیتا نجلی" کا اردو ترجمہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس سے قبل میں ٹیگور کے نام سے آشنا نہ تھا۔ کتاب کے آغاز میں ٹیگور کی ایک تصویر تھی جس نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ وہ تصویر عمیق غور و فکر، والہانہ عبودیت، اور لطیف نغمۂ شوق و محبت کا مرقع تھی۔ ٹیگور کی شاعری کو اگر خطوط و رنگ کے ذریعے بیان کرنا چاہیں تو اس تصویر سے زیادہ موثر اور مبین مرقع طیار نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد میں نے ٹیگور کی بہت سی تصانیف کا مطالعہ کیا۔ اور "گیتا نجلی" اور "باغبان" سے تو مجھے بے حد شغف رہا۔ ان دونوں کتابوں کو مختلف اوقات میں کم و بیش پانچ چھ مرتبہ پڑھا ہوگا اور ہر بار اُن کے مطالعہ سے لذت اندوز ہوتا رہا۔

ٹیگور مسائل کا تجزیہ نہیں کرتا۔ خُدا اور انسان کے تعلقات پر فلسفیانہ نظریے پیش نہیں کرتا۔ خیر و شر اور جبر و قدر کی گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ وہ فطرت کے حسین اور معصوم جلووں کی آغوش میں بیٹھ کر شوق و محبت کے روح افروز نغمے چھیڑتا ہے اور امن و راحت اور حسن و عشق کی ایک

دنیا آباد کرتا ہے۔ اس کی دنیا صبح کے لطیف تبسم، پھولوں کی مدہوش نکہت، بادِ نسیم کے رقصِ مسرت، آبشاروں اور جوئباروں کے وجد انگیز ترنم، شفق کی نظر افروز رنگینی اور رات کے پُرکیف سکوت سے مرکب ہے۔ موسیقی لطافت اور پاکیزگی شاعری کے جوہر ہیں۔ اس کے کلام میں عالمگیر محبت عالمِ وجد میں رقص کر رہی ہے۔ روح اس کی لطیف موسیقی کے جھولوں میں جھولتی ہے۔

ٹیگور کی یہ جملہ خصوصیتیں میری شاعری پر بہت حد تک اثر انداز ہوئیں۔ مناظرِ فطرت سے لذت اندوزی، عالمگیر محبت کا جذبہ، ذوقِ وجد و مستی اور الہامی شوق و عبودیت کے مضامین میں [illegible]ر کے اثرات جھلک رہے ہیں:۔

ہنگامۂ فصلِ گل ہے ہنگامۂ رنگ　　ہے بر لبِ رنگ سے رواں نغمۂ رنگ
میخانۂ رنگ ہے گلستانِ جہاں　　گل ساغرِ رنگ ہے صبا بادۂ رنگ

فطرت کا رباب ہو گیا ہے خاموش　　نغموں سے مگر ابھی فضا ہے بے ہوش
الہام کی کیفیت ہے طاری دل پر　　خاموشیِ شام ہے کہ پیغامِ سروش

جب آئینہ دل کا روبرو ہوتا ہے　　جلوہ تیرا ہی ہو بہو ہوتا ہے
یوں غرق مئے جمال ہو جاتا ہوں　　میں ہوتا کہاں ہوں، تو ہی تو ہوتا ہے

یارب! مجھے رشکِ طور کر دے　　سینے میں فروغ نور بھر دے ابھر دے!!
ہو جاؤں میں سجدہ گاہِ بزمِ امکاں　　سجدے کو مجھے تو اپنا در دے! در دے!!

اِک بحرِ سرور و نور ہے بادۂ عشق
بیگانۂ دو جہاں ہے دلدادۂ عشق
ہر چند ہے دو جہاں سے خوشتر لیکن
دشوار تریں ہے اے آنزجادۂ عشق

وہ مے ہو کہ دردِ عشق افزوں ہو جائے!
وہ نغمۂ شوق ہو کہ دل خوں ہو جائے!
ہے تیرہ و تار میری ہستی اے دوست!
تیرے رُخِ آتشیں سے گلگوں ہو جائے!

اِک مستی و بیخودی ہے اک کیف و سُرور
اِک جلوۂ نغمہ زا ہے اِک نغمۂ نور
کس عالمِ بے مثال میں ہوں یا رب!
ہستی سے بھی ہوں پرے عدم سے بھی ہوں دور

ہے صبحِ ازل کی گلفشانی تجھ سے!
ہے شامِ ابد کی نغمہ خوانی تجھ سے!
تیرا ہی ازل ہے اور تیرا ہی ابد
ہے بحرِ وجود کی روانی تجھ سے!

اے دوست میں جب بھی ہوش میں آتا ہوں
آغوش تری سے دور ہو جاتا ہوں
اُس کیف و سرور پر ہوں سو ہوش نثار
جس کیف و سرور میں تجھے پاتا ہوں

گذشتہ اوراق میں صرف چند مرکزی محرکات کا تذکرہ کیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ بالا کتابوں اور شخصیتوں کے علاوہ اور بہت سی کتابیں اور شخصیتیں بھی میری زندگی اور شاعری پر اثر انداز ہوئی ہیں۔ لیکن ان کی تفصیل غیر ضروری ہے اور نہ اس کے لئے یہاں گنجائش ہے۔ بہرکیف اس مختصر تذکرہ سے اتنا یقیناً واضح ہو گیا ہوگا کہ میری شاعری کی ابتدا خیّام کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی، بعد میں زاحت کی موت، گاندھی اور ٹالسٹائے کے مطالعہ اور اقبال اور ٹیگور کے زیرِ اثر میری شاعری نے ایک نئی کروٹ لی۔ میری رائے میں شاعری

کا مقصد تزکیۂ نفس ہے۔ بلند ترین شاعری وہ شاعری ہے جو ہماری ملکوتی قوتوں کو بیدار کرتی ہے اور ہمیں الوہیت کے مقام کے قریب تر لے جاتی ہے۔ یہی وہ شاعری ہے جس کو جزو پیغمبری کہا گیا ہے اور یہی وہ شاعر ہے جس کا مقام صرف پیغمبر کے بعد ہے۔ گزشتہ صفحات میں خیام کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے ہم نے "ذکرِ الٰہی" کے الفاظ استعمال کئے تھے۔ "ذکرِ الٰہی" کی باطنی صورت وہ وجد و مستی ہے جو فرد کو روحِ کائنات سے ہم آغوش کرتی ہے۔ یعنی فرد اپنے وجود پر احکامِ الٰہی کو اس طرح جاری کرتا ہے اور حق میں اس طرح جذب ہو جاتا ہے کہ اس کے لبوں پر نعرۂ "انا الحق" ہی "انا الحق" جاری رہتا ہے۔ "ذکرِ الٰہی" کی خارجی صورت "حکومتِ الٰہی" کا قیام ہے۔ "حکومتِ الٰہی" سے دنیا کا وہ نظام مراد ہے جو احکامِ الٰہی یعنی حق و صداقت اور عشق و محبت پر مبنی ہو۔ "ذکرِ الٰہی" کی باطنی دنیا آباد کرنے میں شاعر پیغمبر کا شریکِ کار ہے اور شاعر کی عظمت اتنی ہی زیادہ ہے جتنا وہ پیغمبر کے مقام کے قریب ہوتا ہے۔ "ذکرِ الٰہی" کی خارجی صورت یعنی حکومتِ الٰہی کا قیام صرف پیغمبر کا کام ہے۔ پیغمبر میں "ذکرِ الٰہی" کی دونوں صورتیں انتہائی حسن و جمال اور اعتدال کے ساتھ یکجا ہو جاتی ہیں۔ اس کی روح جذبۂ شوق و مستی کا ایک بحرِ بیکراں ہے اور اس کا بازو باطل کے لئے تیغِ اجل بن کر اٹھتا ہے "مردِ حق" یا "انسانِ کامل" کا تصور "ذکرِ الٰہی" کے دونوں پہلوؤں کو یکجا کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور ان دونوں پہلوؤں کا یکجا ہو جانا جہاں انسانیت کا آخری معراجِ کمال ہے وہیں نہایت ہی عسیر الحصول بھی ہے۔ حکومتِ الٰہی کے قیام کے بغیر روحانی کمالات کا مقام محض رہبانیت کا مقام ہے اور جذبۂ حق و صداقت اور عشق و محبت کے بغیر ہر ایک نظامِ حکومت محض ملوکیت، کشور کشائی بلکہ رہزنی اور قزاقی ہے۔

پس ہمارے نزدیک وہی بہترین ادب ہے جو انسانوں کو جذبۂ حق پرستی سے سرشار کر دے اور وہی بہترین انسان ہے جو نظامِ عالم میں احکامِ الٰہی کو جاری کرنے کی کوشش کرے۔ بہترین شاعری وہی شاعری ہے جو ہماری روحوں کو اس وجد و مستی سے آباد کر دے جس میں ہم حسنِ ازل سے ہم آغوش ہو جائیں جو ہمیں اس مقام پر پہنچا دے جہاں قطرہ سمندر میں مل کر سمندر کی غیر محدود وسعت اختیار کر لیتا ہے اور جہاں ذرّہ سورج میں جذب ہو کر خود بھی سورج بن جاتا ہے یہی ہے وہ مقام جس کو اسلامی تصوف میں فنا فی اللہ اور مہاتما گوتم بُدھ کی اصطلاح میں "نروان" کہتے ہیں۔

اثر صہبائی

ڈسکہ۔ ۱۵ر جنوری ۱۹۳۷ء

[illegible] پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام کرامت علی مینیجر چھپا۔ اور شیخ عنایت اللہ مینیجر تاج کمپنی لمیٹڈ ریلوے روڈ لاہور نے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) صحبت سے حوادث کا ملال سہیا
بارِ الم سے لطف انگیز سہیا
وہ زندہ دل ہو اور ہوا سے صبا کی
سیکھی ہوا سے تیغ تیز سہی

(۲)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

---

(۳)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(۴)

بیجا ہے طلب زندگی کو پایا
آلودہ غم ہے خوشی کو پایا
ہستی ہے آرزو نیز زوال آیا
حیرت ہے بیخودی آگہی کو پایا

---

(۵)

لذت کش کاوش جانستانی ہو جانا
بیگانۂ راز جاودانی ہو جانا
ہستی عشق کا جاودانی ہے راز
پس عشق ہے جاودانی ہو جانا

(۶)

پیا کیا کیا نہ ہم نے اور ہمیں کیا کیا نہ ہوا
یہ قلب بیتاب ہے تسکیں بس نہ ہوا
ہر جتن کر کے فن بنا یہ سکھ
افسوس آرام ہی اب ہوا ، اب نہ ہوا

---

(۷)

تو ایسی کی جو ہر ، ستا سا نہ ہوا
پاکر ترے تیس بیکل نہ ہوا
پہنچی یہ ہیں ہم جہیں ہی بیاروں لی
افسوس کہ تیرا تیتا سا نہ ہوا

(۸)

آزادہ طلب سے کبھی خودی نہ ہوگا
بیتاب جہاں کا از خودی نہ ہوگا
دنیا سے عجب ہے یہی شکایت تجھ کو
افسوس اگر اپنا و دوست تو ہی نہ ہوگا

---

(۹)

ناکامئ زندگی سے ڈرنا کیسا
ہنگامۂ پیکار سے گھبرانا کیسا
زندہ ہے اگر تیشۂ سی تسکین کیوں
پیوستہ ہے پشیری سے مرنا کیسا

(١٠)

اے شعلۂ برقِ ازل شمعِ محفل ہو جا
تاریک ہے گیتی تابانیٔ ساحل ہو جا
دل حاصلِ تسکینِ زندگانی ہے اگر
ناشاد کے جا کے پھر کسی کا دل ہو جا

---

(١١)

بے تابیٔ ہستی کا ماحصل نہ ملا
پیرو ہوں گم گشتگانِ منزل نہ ملا
دنیا میں جہاں ہے با آسودگیٔ دل
بحرِ غمِ زندگی کا ساحل نہ ملا

(۱۲)

باقی نہیں کچھ بھی داغِ حسرت کے سوا
کیا حاصلِ زیست جز جہالت کے سوا!
اُٹھا اُٹھا کے روز و شب ہزاروں طوفاں
اب کچھ نہیں رہ گیا ندامت کے سوا

---

(۱۳)

اے غرقِ گناہ! اے پشیمانِ حیات
ہے یاس سے چاک چاک دامانِ حیات
جب پھول سے نکہت ہی جدا ہو جائے
کیا حسرتِ معصیت ہیں سامانِ حیات

(۱۴)

چو دل از دست بشد [illegible] بی سود

به نگاهی [illegible] لب [illegible] تقوی بی سود

[illegible] طالع [illegible] ایمان بی بار

یار [illegible] عشق و [illegible] زور و زر بی سود

---

(۱۵)

دو دو [illegible] که [illegible] بی [illegible]

ای [illegible] روح [illegible] باد بدهند

[illegible] نگاه [illegible] پای و فنا

[illegible] باد بدهد

(١٢)

اے کاش ہوس نہ ہو کہ ہوس کی تلاش
اے بے بس ساحل نہ کر ساحل کی تلاش
ڈھونڈ تو منزل ہی پہ منزل ہی
بے منزل کی تلاش بے منزل کی تلاش

---

(١٣)

اے کاش فروغ نور ہو جائے ترا دل
تا ایک تجلی طور ہو جائے ترا دل
یہ حسن ازل کا آئینہ ہو جائے
یا آئینۂ ہو ہو جائے ترا دل

(۱۸)

تیرے تیر سے دل کا قرار لیا ہے

بنا تیری نگاہ و ترے جس خوانی سے

نگاہ میرے ار تیرے ستی ایا ہے

اب جام میرے از زندگانی سے

(۱۹)

بچھڑے ہیں سچ ستی بھلا ہیں

جب کانہ خار ہو دہ ستی بھلا ہیں

تجھ زلف جمال چاہو والا ہی بھلا ہی

صبا کی ہیں خنی ان پستی بھلا ہیں

(۳۰)

ہنگامۂ شباب غرقِ عصیاں ہیں ہم
پیری میں رہینِ دردِ زوال ہیں ہم
پیری ہے شکستہ ہے کہ ہیں کی وزد پامال
ہیں لیکن ہمیں بھی پشیماں ہیں ہم

---

(۳۱)

اے مرغِ چمن گلستاں جوانی میں ہیں
یا وصفِ بلا کے تاک سے ان کی ہیں
شیئار طرب ہیں یا ہمیں غم ہے دہرا
انجام زمانہ ہے فانی میں ہیں

(٢٢)

[illegible]

(٢٣)

[illegible]

٢٤

بیگانۂ عقل و ہوش ہو جاتا ہوں
طوفانِ ہجوم و جوش ہو جاتا ہوں
تقدیر کو تماشا ہوں ہنگامۂ ہست
جب سجدہ‌گہ ہوں خموش ہو جاتا ہوں

(٢٥)

بیگانۂ ہوش ہوں کہ مستانہ ہوں میں
ہوں عالمِ خواب میں کہ بیدار ہوں میں
فطرت کی سمجھ میں نہ آیا ان کو دیکھو
میں بندہ ہوں کہ میرا ہستی ہی ہوں میں

(٣٦)

ہر چند سلسلہ مکافات بھی ہیں
یہ وجہ تسلیت و فتح کمالات بھی ہیں
بے دید و بھی عزم ثبت بھی بات
دنیا میں مگر کچھ اتفاقات بھی ہیں

(٣٧)

کس سعی بلیغ پر جنت کا حصول ممکن ہی نہیں
کس جادۂ گمرہ و شناسائے منزل ممکن ہی نہیں
کس خاطر حیراں کو تمنا سے سکوں
اس نحو حیات کا وصال ممکن ہی نہیں

(۲۸)

چه دولت است بدین سینه‌ای است عیان تا باشد
دل بیند نه بی‌سینه نهان تا باشد
سبب عقل و نگاه است که بین وصل و فرقت
سبب دیگر جهان بود است که عیان تا باشد

(۲۹)

الطاف که رسید بس ترسا بین
بستانه رطب بس سود بخشی ما بین
میخانه و بت پرستی بین و نا بسته کیان
جام جم و بزم کلم آلوده ما بین

۱۲

ہے غنچۂ نرگس تشنۂ دیدار ساقی
بیٹھے ہیں کیا کیا آئے کمال ساقی
سب رنگ پیری ہیں رونق ہے
تیار کی ہے جام کی آرزو جوان ساقی

---

(۳)

ہے رونق چمن تری ہستی ابھی
ہے شاہد کی کیسی ہستی ابھی
لگتی ہے بہت کیسی آئی شراب
ہے دو دن جوانی کا اس کی مستی ابھی

(۳۲)

کس نقطۂ موہوم سے ہستی تیری
لیکن ہے عجیب خود پرستی تیری
چھوڑا اُجاڑ کے اقلیم وجود پستی نے اُڑا
جا بے کہیں بیت بستی تیری

---

(۳۳)

کیا رنگ لیا تیری ہستی نے ہوا
کیا یاد ہو صد تیری قصے سے ہوا
اندیشہ آخر جا ہے کہیں کھل جائے
تقدیر سے تمام قصہ ہی ہوا

(٣٤)

مستانه شتابان ز چمن سوی می

ای دوست بکش عشرتش بلبلی

بیچاره چو کبک با لب گشت و پر یار

یاران که بهشت بنیاد زمینی داری

---

(٣٥)

آتش که بهار بیش ساغر آتش

میخانه بدوش و گل بدامان آتش

ای کعبه نشاط کعبه جهان پیمانه

با عشرت و در دل زاهدان زحمان آتش

(۳۰)

صہبائے الست کی مستی پائی
میخانۂ جاوداں سے مستی پائی
مجھ کو بھی دکھا دے سے یہیں ابداروں
اے پیر ابھی جو مجھ میں آئی مستی پائی

---

(۳۱)

ہم دور کی ہو جب کہ ہو دیدار نہ ملے
کیا چارہ اگر ہو ہستی کا سامان نہ ملے
آئینہ نیا ان در سے ان میں ہے اثر
کیا کیجئے جب کہیں بھی ایمان نہ ملے

(۳۸)

رشکِ جم و کَے ہے مستی میری
وہ مست ہوں کہ جاوداں ہے ہستی میری
معراج ہے از غفراں ہے عرش سراسر مری
میخانۂ رنگیں و ابد ہے بستی میری

(۳۹)

اے کاش ابد ایک ہی تنہا ہوتا
ہر سینہ فروغِ دیں سے سینا ہوتا
لذت کشِ جامِ عشق ہوتا ہر دل
بیگانۂ ذوقِ جام و مینا ہوتا

(۴۰)

یہ وقت نہیں ہے کہ سرِ دار ہو پھول کے لئے
کیوں وقت ہے کہ مرنے کو قاتل بھول کے لئے
مینا کا بھی ہے اب یہ چلو دو ہیں سے ازل
زنّار ہے عجیب ہے اب یہ تکا بھول کے لئے

---

(۴۱)

پیمانہ بدوش فصلِ گل آئی ہے
غم ہے زینت کی خزاں آئی ہے
پرتو ہے کہ ہے مستی کا اثر
پرتو ہے کہ زینت گلزار جہاں آئی ہے

(٣٢)

بے ذوقِ سخن بگذرانی ہیچی

سرمایۂ لطف و شادمانی ہیچی

تقدیر کہ است آنچہ پیش ما معلوم

بیجا ہمہ عمل آنکہ زندگانی ہیچی

---

(٣٣)

صبا بن زلفِ تست آنکہ کمی شانہ کرے

ہر تلخی زہرِ غم گوارانہ کرے

ہمہ جز تو حیات است کہ ملک بہ حیات

بی تیغ غم زندگی کس پیدا نہ کرے

(٢٤)

بکذری سی کلی سی بحی سبتی

نیر ابلی الی سی کلی سی بیتی

سعو با سی کیجی سی عوه سی بی

سردن سی بهی سی کهکی سی صتی

---

(٢٥)

ای عی سی بتی سی روی روی

سرد عی سی دانده وه کوه و صوتی صوتی

بارتی سی ثابی عمی سی کهی سی دو

بعوبا سی کی بهی دودی سی دو

(۴۶)

ہمراہ یہ کارواں لئے جا رہے ہیں
کیا مجھ کو گلستاں لئے جا رہے ہیں
کس کشتیِ آوارہ بعنوانِ طوفاں لئے جا رہے ہیں
معلوم نہیں کہاں لئے جا رہے ہیں

۴۷

غم راس کے لئے ہے اور یہ غم کے لئے
کیوں نفسِ ابن مریم سے سے بھی سعد
اے زخمِ دل سے سے بھی
عیسیٰ کی مرہم کے لئے

(٢٨)

تعریف گناہ کیا ہے اجرت کیسی

دوزخ کیسا ہے اور جنت کیسی

ہے بیری کی زباں بیتی کی فاتی عمل

ہے نیکی کا اور [illegible] کیسی

(٢٩)

بینا ہے گناہ سے تری ادا

انسان کہ گناہ سے تری ادا

جنت نہ [illegible] آہ بیشی تھی تھی تاثیر

ہے دل آہ آہ سے تری ادا

(۵۰)

وہ ساز طرب کی نغمہ خوانی نہ رہی
وہ حسن نہ رہا وہ جوانی نہ رہی
ٹکٹکی سی لگی ہے آنکھیں نمناک
زندہ ہوں مگر وہ زندگانی نہ رہی

---

(۵۱)

تھی عقل و خرد کی تھی فراوانی بھی
کچھ بھی نہ ہوئی کم یہ نادانی بھی
کرتا ہی رہا گناہ بھی تا دم زیست
ہوتی ہی رہی ساتھ پشیمانی بھی

(۵۲)

زبہر آرزو پیچ جب تابعدان
چھوٹی مکھی آرزو کچ جب تابعدان
دیکھا ہے نراسا بھئی جب امید
امید چھوٹی چھوٹی جال دلی جا تابعدان

(۵۳)

تیسیں جب جوتن لگا ساں بہہ گئی
نینن ورس جب سنا بھول بہہ گئی
انجان جب لا ندکاں سیتل بھئی
چپ تا نہ جب آنسو بہہ گئی

(۵۴)

راز عالم و وجود پایا نہ کبھی
پردہ کو ذرا بھی اٹھایا نہ کبھی
انکار بھی ہم نے کیا نہ جب سے ہرگز
ایمان بھی لیکن اس پہ لایا نہ کبھی

(۵۵)

اس خواب کا راز ہی ملا نہ مجھے نہ تجھے
یہ حرف غلط ہو اس کو سمجھے نہ مجھے نہ تجھے
افسانہ منصور ہے یاد ابھی
اسرار ازل اور وہ ملے نہ تجھے

(۵۶)

آنکھیں نگراں ہیں اور نگاہیں بے نور
بے تاب ہے دل مگر ہے بے ذوق و سرور
زندہ تو ہوں سوزِ زندگانی ہی نہیں
ہیں طور تو ہوں مگر ہوں بے شعلۂ طور

(۵۷)

انسان ہزار سے کھٹکتا ہی رہا
تسکین کی تلاش میں بھٹکتا ہی رہا
ہر پھول میں خار تھا تو ہر نوش میں نیش
تا زیست یہ خارِ غم کھٹکتا ہی رہا

(۵۸)

دل خون ہوا ہے رنج سے سیتی
جز اشک و دیا ہے سے میں نہیں بیتی
یاد کی شب ابو ہی نے رنگ سے بیتی
سو جا میں نے آہ سے بیانہ کیتی

---

(۵۹)

اخلاص و وفا کی جب بجتی ہے
الفت کی ضیا کی جب بجتی ہے
جب آہ کے زندہ و زندہ ہوتے طاقت بن
کچھ جھوٹ صفا کی جب بجتی ہے

(٦٠)

جانے کیا دل کو آرزو سی ہے
اس کو اپنی ہی جستجو سی ہے
خود ساقی ہے خودی بادہ خودی ساغر
اس خیال میں عجیب ہاؤ ہو سی ہے

---

(٦١)

دل مست ہے تیری آرزو سا ہے
سب پہ ویدو جستجو سا ہے
ہیں یہی جمال کو یقین مثال سا ہے
کاشانہ دل میں تیری تو سا ہے

(۶۲)

[illegible] بتی ہے

[illegible] ہے

[illegible] زبانوں میں

[illegible] ہے

---

(۶۳)

[illegible] ہے

[illegible] ہے

[illegible]

[illegible] ہے

(۲۴)

ایسا ہی رہا ہے گلا اور ایسا ہی رہا ہے
دل کو ہم تلاش و تماشا کیسا ہی رہا ہے
یہ کیا ہوا کہ وہ کب سے ہوا اور کیوں نہ ہوا
ہے وہ کہ دیدہ و دل میں اُٹھتا ہی رہا ہے

۲۵

دل رنج جہاں ہے جیسے ویرانہ ہے
اُجڑا ہے بس کہ بستی سے بیگانہ ہے
یہ دل نہیں بستی ہے الگ ہر دل سے الگ
زنداں ہی ہے اک ہے کوئی دیوانہ ہے

(۱۶۶)

جب ترے سے دل کا درد ہوتا ہے
جلوہ یہ ہے اس کی بو ہوتا ہے
یوں غرق ہے آج جمال ہوتا ہوں
یہ ہوتا کہاں ہوں اس کا ہوتا ہے

---

(۱۶۷)

خود بیں ہے کوئی جلوہ آرا ہوے
کھلا ہے بہار میں ہویدا ہوے
آتش ہے یہیں جھلک ہاں آتش کا جمال
دنیا کے جمال میں نہیں میں جمال

(٦٨)

وہ جو بری کا روپ ہے نہ درشن جیکا
کافر ہوا سیاہ بادل غم سے
نعمان سے بیں آرتیا جاری بارہ
کیا دون جو خزانہ لطف ابرو سو

(٦٩)

صحرا وچن سے بیں لگتا ہی کیب
طم جادہ زنبک کو لگتا ہی کیب
مشتاق لیا لقش سے آنند بن بن کس
سلطان سے یہ اودھا بہا ہی

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY HYDERABAD-7

(۲۰)

کل جو پیر سے واہ واہ کی آپ نے

کانٹا چبھتا ہے آہ کی آپ نے

رو دیا ہنس ہنس کے اور ہنسایا رو رو کے

پایا چھپ چھپ کے سیاہ کی آپ نے

---

(۲۱)

آگر وہ سے روز اور تقدیس بھی ہیں

کیا بتاؤں تجھ سے بیٹھے رہے ساتھ ہیں

یہ بلند بیٹھیں اک کے بیٹھیں پاس روز

رقص وہ بیٹھیں تختیں اور بیٹھیں فاقو

(۴۲)

جب جلوۂ دوست روبرو ہوتا ہے

دل وقف جنون تپش آرزو ہوتا ہے

ہوجاتی ہے بند یہ زباں گویا

[illegible] گفتگو ہوتا ہے

---

(۴۳)

یہ موت و حیات کیا ہے معلوم نہیں

صبح کیا ہے رات کیا ہے معلوم نہیں

کیا چیز حیات تھی جو آئی تھی

اولاد صفات کیا ہے معلوم نہیں

(۴۴)

اے جذبۂ پُرشور ہے ساحل سے زنجیر
دیوانۂ مضطر ہے سلاسل سے زنجیر
کیا ہے اے کائنات کیا ہے بتا یہ
اے قافلہ بین رو ہے منزل سے زنجیر

(۴۵)

قیصر سے نہ اس کی عظمت و جاہ سے بڑھ
نظارہ میں نصیب آگاہ سے بڑھ
بلبل ہے یہاں شیفتۂ شیشہ بدن
دنیا ہے کہ آراستہ تو اللہ سے بڑھ

(٤٦)

یار نے ہم کو تیکھی نظروں سے گرا دیا

سینے میں سو طرح کا نیا داغ جلا دیا

بیچارا دل ہمیں ہے گاہ بہ گاہ ابتلا

بیٹھے ہے ہم کو اپنا وہ دیدار دے دیا

---

(٤٧)

ہم دوش فرشتہ ہوں نقش ملک سے کرتا ہوں میں

اسرار ازل کو فاش کرتا ہوں میں

کچھ حال ہے اور ساتھ شیشہ

ہم کل کرتا ہوں شیشے کو توڑ کر

اس شیشہ گر کو شیشہ کرتا ہوں میں

U 1066.

(۴۸)

اب روح میں عشق کا وہ کرب بھی نہیں
وہ سوز وہ گرمیٔ تپش بھی نہیں
اب شغل آہ و نگاہ کیا کیا کہئے
پہلی سی اثر وہ روح وہ جذب بھی نہیں

---

(۴۹)

کیا پوچھتے ہو کہ وہ کہاں ہیں آج
بے نام و نشاں وہ لامکاں ہیں آج
کیا ہیں کہ نہاں عیاں کہیں ہیں آج
ایسے کہ دل میں وہ نہاں ہیں آج

(۱۰)

وہ بستی پھولوں والی ہے بستی ہی

رنگیں روپ اجالی ہے بستی ہی

پرچن کا پیکر سیکلاں کا اے وو بستیاں

بیکیں تیرا سیکلاں ہے بستی ہی

(۱۱)

پنچھی تیری وی حق آزادی بیتا ہی گیا

سیلی پھی دے دار آزادی بیتا ہی گیا

ہو آزاد ہی زندگی سے نیا بیتا ہی گیا

(۸۲)

پیمانۂ جاں فرض ہے پیمانۂ عشق
میخانۂ جاوداں ہے میخانۂ عشق
کوثر سے نہیں کم ہیں اے شیخ حرم
بیگانۂ دو جہاں ہے مستانۂ عشق

(۸۳)

جو حسن جمال کی کہانی سن لے
مستی سے عشق کی زبانی سن لے
میخانہ میں آ کے سن ترانی کا سرود
اور طور پہ جا کے لن ترانی سن لے

(۳۸)

اے کاش نہ جیتے ہم زندگانی ہوتی
پھر موت کے بعد بھی کہانی ہوتی
یا پیٹ عدم سے ہی نہ ہوتا ناکام
یا ہستی کی حیات جاودانی ہوتی

مجھ سا کوئی دو جہاں میں اعظم ہی نہیں
ذراتی حقیقتوں سے محرم ہی نہیں
مسجود ملک ہوا ہے شیطان پہ ہیت
آدم ہیں کہ وہ روح آدم ہی نہیں

(٦٦)

ہیں سلف خرد کا پابند سب نہیں
ہوں بے حجاب کیوں کہ عجب سب نہیں
ہیں اپنے غنچۂ عیش ہوائے دلان
ہے تیرا آسرا ہمیں ورنہ اب نہیں

---

(٦٧)

وہ شکل حباب اور طوفان اب
ہے تابی کا عجب ہیجان اب
کیسی یہ زندگی ہے تپش ہے نہ جی
کیسا بلا کا عیش ہے یہ پریشان اب

(٨٨)

ہر کہیں تری جلوہ ہاے حق کو دیکھیں
آنکھیں اسی زباں سے حق کو دیکھیں
دیکھیں ہمیں بس ہے نقطۂ اطلاق اک وہ سیت
ہر جلوہ کہ نظر آئے حق کو دیکھیں

---

(٨٩)

وہ کیف شراب اب کہاں سے لاؤں
وہ لطف سحاب اب کہاں سے لاؤں
حاضر ہے بہار ہے سبھی مینا و ایاغ
وہ رنگ شباب اب کہاں سے لاؤں

(۹۰)

وہ کیف و سرور اب کہاں سے لاؤں
وہ عشق کا نور اب کہاں سے لاؤں
روشن تھی یہ کائنات جس سے ہمدم
وہ شعلۂ طور اب کہاں سے لاؤں

(۹۱)

تاریک ہے دل ضیائے ایمانی دے
بیتاب ہے جاں سکونِ روحانی دے
عقل و شعور مجھ سے لے لے یارب!
مجھ کو وہ بیخودی و نادانی دے

(٩٢)

اگر جز مو دو دوران باده عشق

بیگانه دو جهان است آلوده عشق

هر چند ز دو جهان است خوش نشین لیکن

وجود از دین پاک است آزاده عشق

---

(٩٣)

ای فصل بهاران است شیدایی

برخیز درون است یار بیایی

هر چند جهان فرحه است بهار

سیاه مست و فرو است بیایی

(۹۴)

یک جام و نگار و زلف و نقلی پیش

بینی که بیکران ... با یار پیش

نقشی بسپس ... اوراد ... پیشم

تقدیر ... پیش

(۹۵)

ای مطرب بنواز آن نغمهٔ داود

ای ساقی گلعذار آن جام بده زود

ای تا به ابد بار عشق ... بسر بود

مهمان شوق ... اسباب طرب آمده بود

(٩٦)

وہ سے ہوکر وارد عشق افزوں ہو جائے
وہ نغمۂ شوق ہو کے دل خوں ہو جائے
اے تیرہ و تار یہ تیری ہستی سے اے دود
پیدا ہے آتش تیری سے گلگوں ہو جائے

---

(٩٧)

افلاک پہ ہے سرود انجم تیرا
ہے سینۂ کائنات میں تلاطم تیرا
ہے فصل خزاں میں بھی تری گلکاری
اور باد بہار ہے تبسم تیرا

(۹۸)

کھلا ہے چمن سے خندہ ہائے معصوم
ہے تشبیہ فلک سے کی ضیائے معصوم
دو بالا ہوا ہے کیف غلطیدن میں ان کا
بچپن کے جلوہ ہائے معصوم

---

(۹۹)

بادہ کش عشق زندگانی ہو جائے
فردوس نشاط و شادمانی ہو جائے
اے دوست جب عشق آزما ہو جائے
اے کاش یہ جوانی ابد جاودانی ہو جائے

(۱۰۰)

پیکاں کا نشانہ سینہ میں دل کیا ہے
تیغ بے روح جانِ بسمل کیا ہے
دل جاں میں گشت دو جہاں ہے لیکن
پایا ہی گشت دل کا حاصل کیا ہے

---

(۱۰۱)

اے دل غم ہجر بیش و کم ہے کب تک
بیکسی وہ و بس ستم ہے کب تک
تقدیر جہاں نباہ ہے دل آزار
تسکین طلب ہجر ہے کب تک

(۱۰۲)

طاقت ہے کسی کی جو یہ بیڑا اٹھے
بیکس ہے کہ آزادہ و فارغ بیٹھے
عیش و طرب اب ہیں جن پہ ظاہر یا دے
یا رنج و الم سر ہیں پہ جن کے یا دے

---

(۱۰۳)

کہتے ہیں بالانشیں ارباب ہوس
سینوں میں بیاسے ایک ایک سلسلہ پیش
دل کو بھی ہے کچھ سکون و راحت ہم نفس
ہے تیرے ہمیں بہتی حسد اسباب ہوس

١٠٤

پھولوں پہ بادِ صبح و پیہم ہے جب رواں
پیتے ہیں ابرِ بہار و ماہِ تاباں
بے خبر ہے بادہ پیتوں سے مسرور
انساں ہی اسیرِ غم ہے بادلِ انساں

١٠٥

اسرارِ ازل کی راز داری نہ رہی
بیگانہ تعصب و بیکاری نہ رہی
ہوش ہیں ہوں کہ ہوں تیرا یا اپنے دل کا
بیگانہ ہوں میں تیری یاری نہ رہی

(۱۰۶)

تا پیرِ عدم کو او نہیں ہستی نیستی
ظالم جمال کو قیاس ہستی نیستی
پایہ پیر کو سر کہ عکس بیکسی کو
بے بادہ و بے جام سر مستی نیستی

(۱۰۷)

اے جنت نشیں بزم افلاک ہیں ہم
ہستی کے صدف میں گوہر یکتا ہیں ہم
لیکن ہیں نیاز و عجز میں بھی یکتا
ہم خاک نشین ہیں صحرا کا ہیں ہم

(۱۰۸)

ظاہر ہے کہ پھر خزاں گزر جائیگی
پھر فصل طرب چمن پہ لہرائیگی
کیا پھول ہی کھلینگے پھولینگے اے دوست
آنے کو بہار تو ہمیشہ آئیگی

(۱۰۹)

سیلاب ہوس ہے کیا نجابت کیا ہے
ہنگامۂ عیش ہی داغ حسرت کیا ہے
کر عمر ابد میں بھی حقیقت کی تلاش
معلوم نہ ہو سکا حقیقت کیا ہے

(۱۱۰)

اے کاش میں پیشتر سے نیر وال ہوتا
یا نار ہی نار میں سیہ کال ہوتا
پیدا ہی سے جب ہوا ہوں ایسا میں نجات
کچھ بھی ہوتا تا کسے زوال ال ہوتا

---

(۱۱۱)

یہ سیر وجود کی روانی کیا ہے
یہ عیش و حیات کی کہانی کیا ہے
عنقا و نشاط و مسرت ہیں نقش بر آب
سب کچھ فانی ہے غیر فانی کیا ہے

(۱۱۲)

اک نار دل من سے نکلی جب کل رات
بجھ کر نہیں طاقت ہے کہ اور کیا کل رات
ونیا سے بھلا نہ جانا دل کی باتیں تھی
وہ ہے دل دیوانہ و جو دیکھا میں کل رات

---

(۱۱۳)

دریا کے وجود میں ہے گوہر ہیں
میخانہ و جود میں ہے آں ساغر ہیں
انسان جو مثال ہے دال و دانہ کے
یعنی وہ یہاں جیتا ہے آں ہیں

(۱۱۴)

مے بادۂ عشق سے جو مستی آئی
ہشیاری و بیخودی و ہستی آئی
اک گرمیٔ بلاکش اڑا لے ہستی
ہے تیری تو ادا ادا ہستی آئی

(۱۱۵)

مردانِ خدا ہست نما ہیں تناور و بلند
پھیلی ہوئی دو جہاں پہ ہے ان کی کمند
بظاہر ہیں یہیں پشت جہاں باطن میں بیخ
قدرو ہیں جیسے سلیمان کے خورشید ہیں بند

(۱۱۶)

یہ عقل و خرد تو اک پریشانی ہے
آغاز ہی انجام بھی حیرانی ہے
ہے عشق میں کچھ دیکھیں پایا ہے
یہ ذرہ ہے مہر ہو یہ لاثانی ہے

---

(۱۱۷)

ہے جن کا ظہور کوہ و دشت و دریا میں
سلطان وہ ہیں سال لعل سے کہیں
ہر رنگ میں اپنے آپ ہی قطب جہاں
جو نعرۂ مستانہ بے سود ہیں

(۱۱۸)

راز ہے ہم سے وہ جو وجود و عدم بیش نہیں
افسانۂ ہستی و بود و عدم بیش نہیں
عقدہ بھی کسی سے کبھی کھلا نہ جیتے جی کا
کیا ہے بجز زیان و سود و کم و بیش نہیں

---

(۱۱۹)

سب تیرے نعرۂ صدائے حق ہے
یا قول و عمل ترا ادائے حق ہے
باطل ہے جو بیتاب ہر اسباب بھی
اے دوست تو بندۂ رضائے حق ہے

(١٢٠)

ہر چند ہے عشق داغ و درد و غم و سوز
ہے اس کی ضیا سے شامِ ہستی نوروز
ہیں درد وہی تابناک لیکن اے دوست
باطل ہے نظر فریب ہیں جو دل فروز

---

(١٢١)

اے عشق سرورِ زندگانی تو ہے
سرمایۂ لطف و شادمانی تو ہے
تو حاصلِ عیشِ زیست ہے اے آزاد
فانی ہے سب اک غیر فانی تو ہے

(۱۴۲)

تاریک ہے روح اس کو روشن کر دے
ویرانۂ دل کو رشکِ گلشن کر دے
اک پیکرِ خاک ہوں الٰہی مجھ کو
اپنی ہی تجلیوں کا مخزن کر دے

(۱۴۳)

ہر شے میں علاجِ درد ڈھونڈا ہم نے
پایا نہ کہیں مگر مداوا ہم نے
درماں کی تلاش میں ہوئے سرگرداں
ہر بت کو خدا بنا کے پوجا ہم نے

(۲۲۴)

درد و غم عشق کا مداوا لے جا
اے دوست یہ تحفۂ مسیحا لے جا
یہ درد ہزار درد کا ہے درمان
درماں کا علاج جلد لے جا لے جا

(۲۲۵)

اے دولت جاں سے نہ بڑی مستی عشق
اسن دین سے بالا ہے مستی عشق
کیفیت کا ہے عشق کیا کہیے کہیں
تا زیست ابد ہی کو اترے مستی عشق

(۱۲۳)

ہاں جب تک کہ چھوڑ دے نہ بنے زور اِستق
صد حیف دل داغ غم تیرا ہے بے حسن حق
ہاں اشک تر آب غم روزی ہے روشن
تیرا دل ہے قرار بے غم سے شن حق

---

(۱۲۴)

ہے بادۂ عشق پی لی کہ ہستی ہے
ہے تیرا سر کے لیے کہ ہستی ہے
ہے تیرے رنگ الفاظ ب آنکھوں ہے
زندان بلا وہ تپش ہے کہ ہستی ہے

(١٣٨)

جو رنگ گل بہار سے گلستانوں میں
وہ بستی خامشی ہے ویرانوں میں
ہیں آرسی کی زلف سے سایہ کے دون
کعبہ میں وہی ہے جو بتخانوں میں

---

(١٣٩)

تقدیر کی دل میں بٹھا ازل کے بیچ
ہیں تیری تلاش میں رہا سرگرداں
معلوم نہ ہوسکا مجھے تا دم زیست
یزداں مجھ میں ہے یا ہوں میں یزداں میں

(۳۱)

بولن پیتاں کا کسے تری کی کیا ؟

نینہہ میں پیارے کے بستی کی کیا ؟

نین تے آنجھو روے تالاں ت

پیا سنگ دو جی وہ پیتی کی کیا ؟

(۳۲)

صاحب سی

سے کیسی آے دو ستی ساں مانگ سی

سے کیسی پیاں میں ساں سے نتکا سدا سی

تیرو نظارو تیرا سے سہجی نہیں

نبی صدقے لے سیتی پیا ناسن

(۳۲)

جھک جاؤں [illegible] کے آگے
[illegible] کناں [illegible] کے آگے
پیری کی انتہا تک [illegible] پایا
گردن نہ مری جھکے کسی کے آگے

(۳۳)

[illegible] فنا پذیر [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

(۱۴۴)

کچھ حق سے جدا نہیں ہیں مردانِ خدا
پیوندِ فنا نہیں ہیں مردانِ خدا
لاریب خدا کے وصل یابندہ ہیں یہی
پر عینِ خدا نہیں ہیں مردانِ خدا

---

(۱۴۵)

ہے مستی و بےخودی کہ ہشیاری ہے
ہے خواب یہی خواب کہ بیداری ہے
جانانہ سے یارانہ یاری کی
پابند ہے عشق کی وہ سرشاری ہے

(۱۳۶)

یار کیں دل و دلدار کیا ہے ہم سے معلوم نہیں
کتنی دو سر و نیکیا ہے ہم سے معلوم نہیں
جانے اس کی دل سے تیر ازاں کیا ہے ہم
افسانہ طول کیا ہے ہم سے معلوم نہیں

---

(۱۳۷)

وحشت دو روزہ گلستاں کو دیکھا تو نے
ہر دو سو گلستاں کو دیکھا تو نے
اپنی ہی جہان دل پہ ڈالی نہ نظر
کیا دیکھا جو دو جہاں کو دیکھا تو نے

(۳۸)

ہے بیکس عشق بس آپکا یا رب
اخلاص و وفا ہے بس اپنا یا رب
ہم بے زر و بے ہنر ہیں بس ہیں تیری
دل میں جو ہے وہی ہو پیدا یا رب

(۳۹)

شے ہیچ ہو پھر شی کہاں سے آتا
عقل ایک آگہی کہاں سے آتا
عشق بنفس آپ سے ہے پیدا
پھر بیخودی کا کہاں سے آتا

(۱۲۰)

قصہ ہے کہ بیٹھے ہیں کسی سیتی
[illegible] گداں سیتی
[illegible] دوستی ہے دل [illegible] سیتی
اس بیچ میں تیرا [illegible] سیتی

(۱۲۲)

[illegible] دیں
[illegible] دیں
[illegible]
[illegible] عشق [illegible] دیں

(١٤٢)

ہے رازی یہ راز کہاں سے آتی ہے تیغ
بجا ہے کہ تیری فسوں سے آتی ہے تیغ
ہزاروں میں دو جہاں کی تیغ
اثر ہے تیاں سے آتی ہے تیغ

(١٤٣)

شیطان تھا سب سے بڑا، زیادہ سے ضعیف
لیکن یہ جو بھی تھا وہ انساں سے ضعیف
انساں ہے کہ اب فطرت سے ہے
لیکن ہے یہ انسان شیطاں سے ضعیف

(١٣٤)

برنگ موج حسن و بادہ ساماں تیغ

ہستی و سرکشی ہے ایماں تیغ

ہے غرق سر و درد کیفیت مینا ہے جہل

طوفان سر و دکا ہے طوفان تیغ

(١٣٥)

باہوں دور زرہ سنگ گرمی دستہ ہوں یہیں

ہوں جو عرش سے بلند وہ پستہ ہوں یہیں

وہ دیدہ ہوں سر مگاں بیں ہیں جیں لے اٹھو

ہے جبیں گو ترسیں بیگی بادہ و دستہ ہیں یہیں

(۱۶۳)

بنتی ہے عشق سے جوانی کیسی
ہے شانِ نمو سے شادمانی کیسی
وابستہ ہے شمع سے ہوا کے دم تک
ہے حسنِ عمل کی زندگانی کیسی

(۱۶۴)

ہے راہروی کا نام منزل ہے یہاں
گرداب بلا کا نام ساحل ہے یہاں
ہے حاصلِ عمر ظلمتستانِ عدم
بجلی ہے آرائشِ محفل کی یہاں

(۱۴۸)

ذرہ ہوں کہ لامکاں ہوں معلوم نہیں
فانی ہوں کہ جاوداں ہوں معلوم نہیں
آیا ہوں کہاں سے اور جاؤں گا کہاں
کس دشت کا کارواں ہوں معلوم نہیں

(۱۴۹)

گلہا سے بہار بھی گذر جاتی ہے
خاشاک سے بھی خار بھی گذر جاتی ہے
اے دوست ہر ایک کی پریشان و ملال
پیس و شمار بھی گذر جاتی ہے

(١٥٠)

بتلاتہ روح و جاں ہے حق کی مستی
سیل بیہ بیکراں ہے حق کی مستی
گر تانج بین ہے حق کی لے ہمہ
یقیں پاجس کی جاوداں ہے حق کی مستی

---

(١٥١)

کیا بحر فنا ہے کیا بقا ساحل پایاب
کیا دشت بلا ہے کیا بقا منزل پایاب
فانی بہ نگاہ اوحق کیش بیم دل
دے چہرہ بیسے حق و باطل پایاب

(۱۵۲)

قیس سے [illegible] کیا مجھ بن نے

بایاں کو [illegible] کیا مجھ بن نے

[illegible] بن [illegible]

[illegible] کیا مجھ بن نے

---

(۱۵۳)

دل میں تیری آرزو ہے بار بار

سب تیری گفتگو ہے بار بار

کر جلوہ دکھا کے مجھ میں [illegible]

ہر تیری جستجو ہے بار بار

(۱۵۴)

یہ دل ہے کہ سوزِ جاوداں سے جل رہا ہے
سینہ ہے کہ آتشِ نہاں سے جل رہا ہے
پارہ ہے کہ طور اور فانوس ہے جسم
بیٹھا ہوا چھپ کے شعلہ گریباں میں جل رہا ہے

(۱۵۵)

ہر بت نے لیے غمزہ و ادا اٹھایا اپنا
بن بن کے خدا جلوہ دکھایا اپنا
جب بت ہیں پجاری کسی ہی بت کے آگے
ہر بت نے بھی خدا بنایا اپنا

(۱۵۶)

ہر بیت میں جھلک نظر آتی پانی ہے
ناداں سمجھ رہے ہیں شعروں کی کہانی ہے
ایسا … ہے … لاد آج ہے
پھر … نادانی ہے

---

(۱۵۷)

منہ … سے … بیٹھے ہیں
اب دو … جہاں سے … بیٹھے ہیں
پاؤں میں … سے … بیٹھا … ہے
الفت … سے … بیٹھے ہیں

(١٥٨)

جن دوستوں سے توقع تھی کہ دیں گے ساتھ
آگاہ جب ہوئے مرے نصیبوں سے چھوڑ گئے ساتھ
بیٹھا ہے یہاں جو تھا وہ ملک سے ہاتھ
اور یہ کہ ہم ہیں بلا کا ساتھ

---

(١٥٩)

یہ بود و نبود کیا ہے معلوم نہیں
یہ آتش و دود کیا ہے معلوم نہیں
ہستی ہی میں عدم ہے اور عدم میں ہستی
یہ سرِّ وجود کیا ہے معلوم نہیں

(١٩٠)

اے کاش مرا وفا کا آئینہ ہوتا

سینہ مرا نورِ حق کا گنجینہ ہوتا

پر آہ کہ سوزِ عشق سے ہے تزئین

یزداں سے جدا ہے مرے دل کا زینہ

---

(١٩١)

بیداری زیست ہے کہ ہے خواب عدم

طوفان حیات ہے کہ سیلاب عدم

یوں کیا ہوا ہے آگہی ہے نایاب

کیا باب حیات ہے اور کیا باب عدم

(۱۶۲)

پروان شمع کو جب سا پایا میں نے
لیکن نہ سرور عشق پایا میں نے
انساں میں اپنی روح پھونکی آخر
پھر لطف حیات کا اٹھایا میں نے

(۱۶۳)

یزداں کے حضور سرفگندی تیری
یزداں کی قسم ہے سربلندی تیری
باطل کو دبا اور حق سے دب
اے دل ہے اسی میں ارجمندی تیری

(١٦٤)

یارب تری ذات ہے عجیب

الفت ہے مری ہوس سے اجنبیت ہے عجیب

کل جاتا ہے تو آتا ہے دل کا ارمان نکل

ان ہجر و وصال سے تو وحشت ہے عجیب

(١٦٥)

فانی ہے بہار اس پہ ہے عجیب سودا

ہر چیز ہے باغ اس میں ہے عجیب سودا

ہے ہر جا تری طلب نعمت دنیا ہے بیت

ہے یہ الفت کا عوض نہیں ہے الفت سودا

(۱۶۶)

اے کیف و صبر و در زندگانی آجا!

اے عروجِ زیست طورِ شادمانی آجا!

ہائے تشنگی آ کہ بیتابیِ نیرنگی جانی

بن تیرے کیا ہے بیتابِ جاودانی آجا!

---

(۱۶۷)

دے بادۂ شوق کا بھی ساغر دے دے!

پینے کی تجلیات بھی ہیں بھر دے!

بن کر یہ عشق تو سماجب بھی ہیں

ہیں فانی بھی دل بھی کو جاودانی دے!

(١٦٨)

قطره چون سیلاب انکساب ار

سینه سیر ایله کاسه سنده یار

بیر جگرده وصل عشق بیله یکی

جان ایله بیر اوده پهلو سیل یاره

(١٦٩)

شیطان کورمش یکی بنا یده سی

شد فتنه کیمی چکا پیه سی

بیز بر سنه ایکی کوربی بنا یا معبود

حباره سنی کاخوب اجکا یده سی

(۱۶۰)

ملتا ہے یہ درد آشنا بن بن کر
غمہائے حیات کی دوا بن بن کر
ابلیس لعین کا اثر کیا کہیے!
آتا ہے کبھی یہی خدا بن بن کر!

(۱۶۱)

یارب غمِ عشق پا لیا ہے ہم نے
سینے سے اسے لگا لیا ہے ہم نے
افلاک و جبال سے بھی جو اٹھ نہ سکا
وہ بارِ گراں اٹھا لیا ہے ہم نے

(١٧٢)

اک ذرّہ و گلزار ہوں فرقت میں

وارفتۂ جوش ہوں اگر تربت میں

یا سوزِ بدام پایۂ ناں کی مستی

یا دوریِ مقصد ہیں رہِ الفت میں

---

(١٧٣)

جب تیری ہی تھی ہر جا خدائی یارب

پھر دل میں ترے کیا سمائی یارب

پیدا کیا اہرمن کو کیوں اپنا شریک

یہ بات نہیں سمجھ میں آئی یارب

(۱۱۴)

شیطان کو بھی اودھر اُدھر اب اُڑاتے
ہم کو بھی اودھر کیا اِس نے اُڑاتے
تا ایسے سے کشش سے ہی سے یاں
دیو کو اڑا اڑا کے یاں اُڑاتے

(۱۱۵)

آغاز ہے عشق اور انجام ہے عشق
ترتیب میں جب کہ ہست اور جام ہے عشق
ہے عشق ہی عشق جب کہ آگہی میں جاں
اک نام خدا ہے اور اک نام ہے عشق

(۱۰۶۷)

روشن ہیں سے جا بجا روز و شب ستی
پیاسے ہیں غضب کے لب سے ستی
پنجہ و مرو ماہ یہ الا الہ و کس
سے یہ سب پیش یہ سب ستی

(۱۰۶۸)

اچھا نہ کیا جو دل کا کہنا تو نے کیا
اے بیخبر وفا یہ کیوں تو نے کیا
کس کو ہے گلہ کیا تو توڑا تو نے
پچھی کیا بست زبان تو نے کیا

(١٤٨)

عصیاں سے نہ وہ داغ دل کو دھوئے تو نہ
اپنے ہی بلند سے تب کھوئے تو نہ
کیا طانہ سے کسی کا پیچھا بھی تیری
ہاں اپنے ہی قدموں میں طاعت لے تو نہ

(١٤٩)

نیکی کا ہے اگر تو ہے میرے لئے
عصیاں کا یہ چھوڑ تو ہے میرے لئے
اس کی ذات پہ ہے کیا اس کا اثر
یہ قطرہ جو ہے تو ہے میرے لئے

(١٨٠)

جب ذوق سے آنکھ اس کی پاسبانی ہے
کم ذوق ہے دل اسے توانانی ہے
پیچیدہ رہ عشق ہے نہایت ہی کٹھن
پایاب ہے جو ہمیشہ کی پاسبانی ہے

---

(١٨١)

ہے خون جگر سے لالہ رو جلوۂ عشق
ہے دار و رسن بدوش بیگانۂ عشق
عصیاں سے بہشت بلند نیکی سے بلند
نیکی کی بہشت بلند ہے برتر عشق

(١٨٢)

گر شمع و سبو و نوا و چمن سان آمد
وقتِ سحر اثری که بہت پریشان آمد
جب عہد گلہ ہوئی
ہیچ ... آسان آمد

(١٨٣)

سرمایۂ فیض تا ابد آدم است
جبریل کہ ... اسمِ اعظم است
با تیرِ تقدیر ... عشق آمد
بہ تن آتش کہ حاصلِ دو عالم است

(۱۸۴)

یہ نور اب بہ پیشِ سب کی راہ میں
یہ ایک طلسم عجم ہے کس کی راہ میں
اے عشق وہ ہے جو نقش نہیں واقف نظام
یعنی نہیں ابھی عشق کی راہ میں

---

(۱۸۵)

اپنی سے مری جوانی بیتی
تیرے ہی جمال کی کہانی بیتی
اے کاش ابھی عشق میں ہی ہوتا
بس نذر زندگانی بیتی

(۱۸۶)

تیری ہی ضیا ہے مرے خیالات میں بھی
تیرا ہی سرود ہے میری ہر بات میں بھی
یوں جلوہ فگن ہے تیرا ہر دل میں عیاں
جس طرح سے چاند ضوفشاں رات میں بھی

---

(۱۸۷)

ہنگامۂ شور ہستی سے نہ ڈرو
بندۂ جبر و استان قیصری سے نہ ڈرو
یوں عمر ہے ... صحن خانے نہیں
سب ... سے ڈر ... پیری سے نہ ڈرو

(۱۸۸)

اے کاش غمِ حیات فانی ہوتا
کچھ چارۂ دردِ زندگانی ہوتا
کیفیتِ عیش ہے علاجِ غمِ دل
اے کاش یہ کیف جاودانی ہوتا

(۱۸۹)

زہرِ غمِ عشق کھا لیا ہے ہم نے
اب لطفِ حیات اٹھا لیا ہے ہم نے
کیا تلخ نہیں ہے اے آتشِ بادۂ عشق
تلخی میں سرور پا لیا ہے ہم نے

(١٩٠)

ہے بسمل نازِ شانِ طور و عرش بسمل یہ ہمہ عشق
ہے نسبت دو جہاں سے تیری یہ ہمہ عشق
صد لطف با عشق ہے درد و غم عشق
ہے عالم آرزو میں یکجوی عالم عشق

---

(١٩١)

خوشبو کے لیے پھول ہیں ہوا ہیں آئینہ
نغمہ لیے ہی بولی فضا ہیں آئینہ
نقش ہیں جہاں ہے آئینہ تصویر جمال
ہے جیسے بیخ جس کی ادا ہیں آئینہ

(۱۹۲)

یوں سے حباب سر اٹھاتے ہیں
یوں ہی یہ سر کو پھر چھپاتے ہیں
اس خاک سے اٹھے لاکھ اسکندر بھی
اور خاک سے بن خاک میں جاتے ہیں

---

(۱۹۳)

ہے صبح ازل کی گل فشانی تجھ سے
ہے شام ابد کی نغمہ خوانی تجھ سے
تیرا ہی ازل سے اور تیرا ہی ابد
ہے جسم وجود کی روانی تجھ سے

(۱۹۴)

اے روکشِ صبحِ بہاراں، اے جلوۂ تو!
بہتیرے ہیں جانِ بتاں، اے جلوۂ تو!
ہستی کی جاوداں ہے آغوش تری
تجھ سے ہیں یہیں ہم کنار، اے جلوۂ تو!

(۱۹۵)

ہمیں سے اُٹھی آرزو کیسی کیسی
ہے باغِ جہاں کا رنگ و بو کیسی کیسی
نیند سے یہ دو دو جام ہے یہ لالہ و گل
ہے بیچ میں کس نسیم کی گفتگو کیسی کیسی

(۱۹۶)

ہستی نہیں ہے جمالِ یزداں کا ظہور
ہر پھول ہے شمعِ طور ہر ارض ہے طور
کم تر نہیں ہیں پیر فلک سے پیر زمیں
ہے پیچ زمیں سے تا افلاک نور ہی نور

(۱۹۷)

ہنگامۂ فصلِ گل ہے ہنگامۂ رنگ
ہے ربطِ نہاں سے روانِ نغمہ و رنگ
میخانہ نہاں ہے گلستانِ جہاں
گل ساغرِ نہاں ہے صبا بادۂ رنگ

(۱۹۸)

ای غرور ناز و عیش ایله بادهٔ مست
بر کیفینه دیر دلکه ای جانباز مست
بر شیئی عشق پاپوودان آتی
بی نجه جام ساقیان الست

---

(۱۹۹)

ییری یاری یاره نازک وجه بین
یارای جمال نه بوسه بین
شکل وصال الدین انیزی بین
یاقوت بین اولدی وجه بین

(۲۰۰)

ہے حق کے لئے یہی ہمیں بسائے زیبا
ہے اپنے ہی قول پہ یہیں بنائے زیبا
ہے موت و حیات کے یہیں بالائے زیبا
ہے ہیچ حق سے یہیں اٹھائے زیبا

(۲۰۱)

اے صوفیِ حق چپ ہستی اے الست
اے تا سر و نگاہ عشق حق میں سرمست
میدان وفا میں جھک گیا پیچ ہے حق
دیکھ کبھی اور نہ ہیچ بدست

(۲۰۲)

ارباب ہوس اِدھر اُدھر جاتے ہیں
کم تشنہ ہیں کے در بدر جاتے ہیں
وہ شعلہ تریں ہے اے آتشِ بادۂ حق
ہم تو اُسی شان سے ہمراہِ پیمبر جاتے ہیں

---

(۲۰۳)

اے پرچمِ حق بلند کرنے والو
اے بادۂ حق پہ جان سے مرنے والو
اللہ کی رحمتیں ہوں نازل تم پہ
اے غازۂ زخم سے سنورنے والو

(٢٠٤)

ز دامم خورده دل گرفتار آزادیئی
چو تازه چمن قفس و فریادی کسی
هنگامه شوق و شعله عشق است اثر
بیاید دهر گهی سر آبادی کسی

(٢٠٥)

ز باده جام عشق است مستی
بسا انس پی زنده پیمان الست
جهان گاه نگاه امتحان [illegible]
ز بعد حق باب بیستی

(۲۰۶)

ہر آہ تری ہے تیری قربت کی دلیل
ہر نالہ ترا ہے عدم غیبت کی دلیل
ہر کلمہ ہے اللہ اللہ ترے جاپ آگہ
پیوست اگر ہے کس تیری عظمت کی دلیل

---

(۲۰۷)

پہنچا ہے ہوا سے اور طاعتیں ہی پیام
دیکھنے سے عزتیں سے پیام
فردوس کے پھول ہیں کہ یہی رنگ تنقیق
عزتیں فلک ہیں جو کچھیں سے پیام

(٢٠٨)

فطرت کا رباب ہو گیا ہے خاموش
نغموں سے مگر فضا ابھی ہے مدہوش
الہام ہے کس کی نصیحت سے دل پہ طاری
خاموشی شاہد ہے کہ پیغام سروش

(٢٠٩)

ہیں سطح فلک پہ ابر پارے گلفام
ذروں کا لالہ زار ہے دامن شام
ہیں بام فلک پہ روح پرور جلوے
ہیں سعد بہشت کی یہی صورت خرام

(۲۱۰)

بیداریٔ روح ہے یہ بیہوشی تمام
ہر نغمۂ بیخودی ہے خاموشی تمام
ارباب نگاہ دل کی نظروں میں ہیں آج
اسرار کا میکدہ ہے بیہوشی تمام

(۲۱۱)

کہسار کی چوٹیاں ہیں گلپوش تمام
دریا میں ہے ہر ایک ترنگ گلفام
فطرت کا شباب ہے ارغوانی جام
ہر چیز ہے مے گسار مستانہ تمام

(۲۱۲)

تنہا ہوں گلہ ہے کچھ نہ گریہ نہ کلام
لیکن یہ کلام ہے لبریزِ الہام
خاموش ہے تو بھی وہی بھی خاموش
خاموش زباں ہے اور خاموش پیام

---

(۲۱۳)

ہے شام کا وقت حسن اور ساز سکوت
کیا روح فزا ہے یہ انداز سکوت
خاموش و سکوں بدوش نغمے ہیں رواں
ہے سیلِ شام کا یہ اعجاز سکوت

(۲۱۴)

بے ذوقِ تپش ہستی کی آرزو کیا ہے
بے ذوقِ تپش ہستی کی جستجو کیا ہے
جب تک ہے ذوقِ لب ہیں معنی بیدار
بے ذوقِ تپش گفتگو کیا ہے

(۲۱۵)

زنجیر کو بھی یہ نہیں ہے سمجھا ہے کیا
غم ہے غم ہے کیا
آلودہ ہے کیا دریا
ہے سمجھی ہے کیا

(٢١٦)

اندر سے چاندنی کا منظر سب ہے
پھولوں کی بس سے بھینی بھینی شب ہے
اے سیپ پیرے کی گالوں کالوں
دل تیری سیج پر بے غم کب ہے

(٢١٧)

چھتنار آسمان میں کیسا طاہر ہے چاند
بابا نہ گئے پیچھے کھلتا ہے چاند
ہے روپ جو فوارہ سی کیا لپک کرن
آئینے قسم کا بیٹھا ہے چاند

(۲۱۸)

اے چاند میرے کنارِ دل میں آجا
اے گرمیِ شمعِ بزم دل میں آجا
افسردہ ہے آرزوئے بے سوختہ
ہر جا ہے شعلۂ زارِ دل میں آجا

---

(۲۱۹)

اے عیسیٰ حسن کے لب پہ ابھی آجا
اے عشق کے جب مرا اعتبار ابھی آجا
جی جاتا ہے اک نگہ دل کی پہلوں
اے حورِ بہشت کس جوانی آجا

(٢٢٠)

پنچھی بن کے جب سے اُڑن بیریا

اس بن کی ہیں سب سے اپنی بیریا

پیارے آئی ہیں بیل ہیں بندھ باریا

پھیلو جہاں ہیں سے آنکھ بیریا

---

(٢٢١)

جو ہاں ہیں پیل پتی ہیں کا بن

پاپ سب بھی ہیں اسوا کا بن

پھل کا نہ ہیں دو جہاں پڑا ہے

پیچھا کے جب کن صدا کا بن

(۲۴۲)

یارب ترے در پہ جھکایا ہے سر
دل تیری ہی ذات سے لگایا ہے
پاؤں میں پڑے ہوئے ہیں سلطنت و جم
جس نے تری سلطنت کو پایا ہے

---

(۲۴۳)

جنت سے لبا سے بے نیاز ہم ہیں
نعمات افلاس سے بے نیاز ہم ہیں
ہے ترے دل میں پڑا ہے جو
کیا کچھ سے گزر کے بے نیاز ہم ہیں

(٣٢٤)

یارب! اثرِ انوارِ فروزاں تجھ میں
تو صورتِ معنیٔ درخشاں تجھ میں
اے ذاتِ تو ہے بے حجاب بے حجابا
اے حسنِ ازل کہ تو ہے پنہاں تجھ میں

---

(٣٢٥)

ہم مست ہیں پیچ و بیم و سنانِ تیغ
ہم شاد ہیں پیچ میں ہے یہ تیغ
لاریب ہے قطعِ حق کا [illegible]
ہے ذوقِ خودی کہ تشنہ ہے تیغ

(٢٣٦)

دولت کارن مرد نہ جیسا سارے آلودہ

عشق تیکوں سب عیب اساڈے آلودہ

پاپ بن دوہ سب پنیند بن جمن کلن سمی

ویچھیں لے نہ بن پنیاں آرے آلودہ

---

(٢٣٧)

جیتک سب بچکیا تواتھے انیوال سے سر خفو

نہ بچیدہ گیاں ملاں انساں سے سر خفو

سے سری کتنی کا نجیب سے مے

اللہ ادب سے شیطاں سے سر خفو

بیت

(٢٢٨)

ہے پیار نور ابن آدم سے سب ہی
ہے بندہ جہاں میں سب سے اعظم سب ہی
نہ بنیں بھول اب ہمیں اس کے قول پہ
ہو جائے آگہ حق کا محرم سب ہی

٢٢٩

بہ ہم و ماہ میں سب نباتات و جیش
کرسا میں بھی پری سب عیسے ان و جیش
انسان کے وجود میں اسرار نفس و داد
ہے عیب بیش بین وہ نیتان و جیش

(۲۳۰)

ہے وقت و نشاط سے محبت بالا
جیسے ہے مجاز سے حقیقت بالا
ہے کون و مکاں سے اس کی آغوش وسیع
طوبیٰ سے اتر ہے اس کی قامت بالا

---

(۲۳۱)

ہم گو کسی طرح کے جی سے بحال ہوئے ہیں
وہ ہیں اسی میں پریشاں حال ہوئے ہیں
یہ نیستی کی ہستی سے تنگ ہیں کلیم
ہم ہیں جو مرے تو آسمان ہوئے ہیں

(۲۳۲)

طوبیٰ سے بھی ہے بلند رفعت تیری
کونین سے بھی بڑی ہے وسعت تیری
پھر کیا ہے کہ آکے اپنی پستی میں
پھیلا دیں بساطیں ہے حکمت تیری

---

(۲۳۳)

اے دام ہوس ہے محبت سے آزاد
اے شام قیامت صبح الفت سے آزاد
ہر لمحہ نہیں زنجیر ہوس و دل
ہے نفس ہوس رنگ سے حقیقت سے آزاد

(۲۳۴)

کر دل سے اپنی آرزو سے تنہا ہو جائے
پیشتر عجب اک کیا سے کیا ہو جائے
اے ہیچ سے ہیچ میں بھی یہ سمجھو دل
ہو جائے گا جو بات بجز حق ہو جائے

---

(۲۳۵)

وہ شیشہ کا تماشا اک شعلہ ہے
آئی ہے کمال سے دو ہی آپ کی پائی
ہے ہاں بس تیری جان ہی دو بیش
ہے سو تیرا جانب ہے دو ہو

(۳۳۴)

ہر نقش میں حسن کی درخشانی ہے
ہر زلف میں سو طرح پریشانی ہے
سمجھو تو ہیں جس نگاہ ہر شکل میں صورت ہے وصل
ہر زلف میں رنگ نقش افزانی ہے

---

(۳۳۵)

پھولوں سے بھرا ہوا ہے دامانِ بہار
پا کر چمن میں ہے طوفانِ بہار
ہر پھول و ہر کلی کھلا ہے کہ تیشہ پیش آتی
فردوس سے ہو رہا ہے پایانِ بہار

(۲۳۸)

بادلوں میں ہے کیا گلفشانی آج
دریاؤں میں ہے کیسی روانی آج
ہرے ہرے ہیں کھیت تازہ دھان
بچے بچے پہ ہے نوجوانی آج

---

(۲۳۹)

ہے رنگ شباب بادہ پیماؤں میں
عکس بیچ شفق ہے دریاؤں میں
ہیں سرخ و سپید اور شفاف بدن
یا بادۂ ارغواں ہے سیماؤں میں

(۳۰)

[illegible] صبح [illegible]

[illegible]

فردوس [illegible] لطیف

[illegible]

(۳۱)

[illegible] زاران ہیں

فردوس [illegible] حوران ہیں

[illegible]

[illegible] ستان ہیں

(۲۳۲)

چمن و جمال سے ہیں پیکر بہار
بایں وصال سے ہیں پیکر بہار
ان بادہ و شغل سے گاہ ہیں حقیقی سے جدا
بایں خیال سے ہیں پیکر بہار

---

(۲۳۳)

باعمل بھی نہیں ہے کہ بہار دل بھی نہیں
سعی عمل بھی نہیں ہے کہ چاندنا دل بھی نہیں
چمن کہ ہے تجمل بھی جب سے لوح پہ ہے
فطرت سے حسین تر لیلائے دل بھی نہیں

(۲۲۴)

پھولوں سے لطیف ہے ارغوانی ہم
پیچیدہ ہے سرو سے روانی ہم
صہبائے طرب کے ہیں چھلکتے ہیں جام
پیستہ تر ہے اب نوجوانی ہم

---

(۲۲۵)

پھول اپنا پتہ بتا سکا ہے اے دوست
یہ وادی کوہ سے نکالا ہے اے دوست
گلزار ہے سب اسی کے پیچ جب بو
اس حسن سے بین نقاب بارہا ہے اے دوست

(۳۴۲)

تنہا غم کو خیال اس میں جو بیٹھنے کی جا ہے
مہکا ہے سرو دیں جو تیرے بیٹھنے کی جا ہے
ناتش ہے الفت میں جو ہے جی کی بجا
تیرے ہے دل کا جہاں کی ہے کو بیٹھنے کی جا ہے

---

(۳۴۳)

طوفان اس میں ہیں ایسی آئی تو کیا
ترنے ہیں دل کی ہے یہ بیس آئی تو کیا
جب سامنے ہیں دیکھو جھاؤ و چمن
تر ہے گناہ و دیو ہے بیساں آئی تو کیا

(٢٢٨)

ہر جلوے میں ہے ہزار ساماں جنوں
ہنگامۂ فصل گل ہے طوفان جنوں
کیا دامن عقل کے اڑے ہیں پرزے
جاری ہے دلوں پہ آج فرمان جنوں

---

(٢٢٩)

دل ذوق سخن سے کچھ پریشاں نہ ہوا
نظارۂ حسن روئے جاناں نہ ہوا
سب پیش نظر ہیں جلوہ ہائے یزداں لیکن
دل محو جمال جلوہ ہائے یزداں نہ ہوا

(۲۵۰)

ساقی جو دے پئیں گے سب حق کے سوا
بنتا ہے کسی کا کون بس حق کے سوا
اے دوست نہ چھوڑنا کبھی دامن حق
ہر چیز ہے بے ثبات حق کے سوا

---

(۲۵۱)

اسرار وجود ہیں نہاں ظلمت میں
کب بینش آسکی کسی کی تہ حکمت میں
کر لیتا ہوں پھر بھی [illegible]
ہے نور عجیب سامری فطرت میں

(۲۵۲)

دنیا کی محبت و پرستی ہے بلا
ہر دوست کے دل میں بے یقینی ہے بلا
سب ہیچ ہے بیم اور وفا ہے تشویش
اور ہیچ عزیزوں کی پرستی ہے بلا

---

(۲۵۳)

اخلاص و وفا کو عام کرنا ہے بلا
یاروں کے دلوں میں اعتبار اب رسم ہے بلا
ہر چیز میں دیکھیے تو تقید ہے جلوہ
دیدہ ملا کے دو دن زار اب رسم ہے بلا

(۲۵۴)

چھائی ہوئی ظلمت ہے جہاں میں ہیہات
برسے ہوئے بادل ہیں و صدا دیتے ہیں ہیہات
ہے گردش دوراں کا وہ طوفاں ہے بپا
کیسی آئی ہوئی ہے شب تیرہ ہیہات

---

(۲۵۵)

پھولوں میں ہے بس کلی کی رنگت باقی ہے
دریاؤں میں بس کسی کا پانی باقی ہے
رنگت ہے سنسان ہیں ہے تیرا ہی دم
جلوہ ہے یہی پہلو ہی دیکھو باقی ہے

(٢٥٦)

کر دو ذوقِ جنوں نے بس میں تو دیوانہ ہمیں
کر دیا پستیِ فن نے بے افسانہ ہمیں
کر دیا صدقِ طلب نے ہمہ تن جائے عشق
آشفتہ ہم نے سر زد کر دیا دیوانہ ہمیں

---

(٢٥٧)

بادۂ ہم بھولے ہیں جلوہ ہائے جاناں سے قریب
دل ہے میرا آدمی کی رگِ جاں سے قریب
کیا تجھے ہے کیوں معتبر اپنا ہے مرا
انساں ہے بیاباں اور زنداں سے قریب

(٢٥٨)

اے دوست یقین جسم بپیش آمدہ ام
از خویش تہی ز درد بیتاب آمدہ ام
این کیف و سرود [illegible] بنہاد
جب کیف و سرود [illegible] پیچ آمدہ ام

---

(٢٥٩)

زنار بگردن کشیدہ جانا ای دوست
جانا بگردن کشیدہ آمدہ ای دوست
کہ بعد [illegible] وصل [illegible] لیکن
[illegible] شکل نظر بجانب ای دوست

(٢٦٠)

اک شے کو اِدھر وجود میں لاتا ہے

اک شے کو اُدھر عدم میں پہنچاتا ہے

تخلیق ہے دم میں اور دم میں تخریب

اس کھیل میں تجھ کو کیا مزا آتا ہے!

(٢٦١)

پیدا کیا اہرمن تو کیا تجھ کو ملا!

ہاں خوب جواب بہ ملا تجھ کو ملا!

آدم بھی ہوا ہے اب اسی کا ہمدم!

جیتا نہ سکے گا اے خدا تجھ کو ملا!

قطعات

(۱)

وه از پریشانی کار جمع ما

وه ز بیسامانی کار جمع ما

بس که شرار آسمان

وه پیشینه بر سر جمع ما

---

(۲)

ای که بر باد غم پریشان شد وطن

وای که پس شبنم آشنا

دامن گل پس کلاه از دین آشنا و کام

پی پا پس ... آشنا بنفشه

چشم تا غم پی ...

(٣)

ہم نے کیا پیش ہے بادۂ گلریز
روح سرمست ہے چشم ہے بینا تیز
ہے ہر اک درد کی دوا ہے اثر
غم زدا بادۂ جاں افزا نشاط انگیز

(٤)

سرو دلجو پھول ہے بیہوش
شاداب نگاہ ہر دو دلکش
چھائی ہوئی ہے مستیاں ہی ہر سو
ہر چمن بہار میں ہے مے نوش

(٥)

حسن بیمار ہے اب اور نئی ہے جنگ
شکل ہے اور ہے فکر سنگ
الفراق! اب ہے جیسا حال جو ہو
دل بسمل ہے اب ہے غم دل تنگ

---

(٦)

عقل حیراں ہے اس نگاہ سے تنگ
عشق آیا جگاہ بار شیشۂ سنگ
روح فرسا ہے عقل و عشق کی جنگ
ساقیا! لا غموں سے مے کا رنگ

(۴)

تیری ہستی کا کچھ یقین بھی نہیں
میرے اسباب کا پتہ بھی نہیں
دیکھتا ہوں تو ہے سراسر موجود
سوچتا ہوں تو کچھ کہیں بھی نہیں

OSMANIA UNIVERSITY
LIBRARY
HYDERABAD-7

(۵)

ہر حسن کی پیتا ہوں صنم خانۂ ہستی
سب بھول کے بیٹھے ہیں مری مستی
ہر مست کو صہبائے الم مست بناتے ہیں
حاصل ہے سے مستی کی جو بادہ پرستی

(٩)

پپیہا بولے ڈال میں باغ و چمن سنائے ہے
پی بن مجھ کو ہر رت بیرن سی لگے ہے
ہر اک پھول میں مستیاں ہیں بیلوں میں اپنی روش میں
جب سے تیری سیج سے بچھڑی کوئی پائے ہے

(١٠)

چھپ کر آیا تو من میں بسا ہے
پھول میں پریت انگ انگ بسا ہے
نقش نگاہ میں شناسا ہیں
پی سی اور دوجا ہے

(١١)

خورشید ہے تیرہ خاکدان میں روشن
دل جیسے ہے جسم ناتوان میں روشن
ہیں ایک ہی نور سے ہے وجود واجب
سورج میں یوں ہی ہے جو جہاں میں روشن

---

(١٢)

ہیں جب سے وہ یار ناہموار سے دوست
پیکر صنم سے ہے جیسے گوسے دوست
دیدہ و دل غرق میں سیمیں زر میں
ہے طالع یاری کا یار دے سے دوست

(١٣)

نصیب سے بیتاب ہے میری دردمندی
اے کاش تجھ کو دیکھے ہمّت میری بلندی
اے دوست دو جہاں سے آزاد ہو گیا ہوں
تیرے حضور میں ہے میری نیازمندی

---

(١٤)

سینے میں آتش شوق آنکھوں سے اشک جاری
فردوس زندگی ہے تجھ کو یہ بے قراری
کون و مکاں کے سارے جلوے تماشا ہیں یہ
جب دل کے آئینہ میں تصویر ہے تمہاری

(۱۵)

مطلب آج ہم پیار سے اپنا نکالیں گے
کیسے ہی نقش سب اپنے مٹالیں گے
مشکل نہیں یہ بیشک سب ظالم حسینوں سے
کیا اب بھی اے خدا ہم بنالیں گے

---

(۱۶)

ہیں بخت دونوں نہیں پیروں دوا ہوا اس کے ہیں
قسمت کا پیغامبر ہوں غارت کیا ہوا ہے ہیں
دی ہے ناز بس تو نے یہ ستم سب ناز ہے
ہے الفت کا جھگڑا ہوا کیا کیا سب ہیں

(۱۷)

یوں اپنی یادوں کی تمناؤں کو ہم آغوش میں لیتا ہوں
شاید اب آرزو کو تھپکیاں دیتا ہوں اور ساز کو پہلو میں لیتا ہوں
اور انفعال میں کے ارمانوں کا سیلاب آ گیا
اپنی کاوشیں نقش کف پا پہ آنکھوں میں لیتا ہوں

---

(۱۸)

سینہ و دل فگار کیوں کرے گا
دل کی قاشیاں نثار کیوں کرے گا
ہر قدم پہ ہے طوق و دار و رسن
راہِ حق اختیار کیوں کرے گا

(١٩)

خلوص و مہر کی آگ کی داستاں ہے میری حیات!
بہارِ عشق ہے اشکِ بتاں کی روح ہی میری حیات!
شباب جس کی وفا ہے، جبیں ہے نغمہ فروش
جہاں ہے دشت بہ بیں وہ کارواں ہی میری حیات!

---

(٢٠)

غم میں بھی ہے نشانِ شادمانی
اسرار ہے یہ نغمۂ جوانی
ہر چیز ہے عرقِ کیف و مستی
ہے بہرِ سرودِ زندگانی

(٢١)

اے جنبشِ نبضِ زیست اے جوانی!
اے روحِ نشاط و شادمانی!
اے غنچۂ خندہ دل سے رنگیں
اے روحِ فسانۂ اندری کہانی!

---

(٢٢)

ہے حسن لبِ گلفشانی
ہے عشق حدیثِ خونچکانی
ان دونوں کا اتصال لیکن
ہے کیف و سرورِ جاودانی

٣٣

یا بی‌سخن سرو نسیم جوانی
ای ذوق جنون ای زندگانی
ای یار ای عمل عیش ایا یک ای زنیج
بی تکلیست و کامرانی

(٣٤)

بی‌سنا و نگار و زلف سمه جوانی
ای رودیج ای سرو ای زلف جوانی
ای قیس ای کسی آئینی ای ای تیغ
ای وند ای خو سته ای کسی ای نی

(۴۷)

کمی عمل کی یقیں کی کمی ہے اپنے میں
کمی یقین کی ہے ذوقِ آرزو کی کمی
بہار کی نہیں ایسی کہ ہو نہ ذوقِ آرزو سے لذیذ
نہالِ عشق کا جس میں ہے تازگی نہ نمی

---

(۴۸)

حسن بے جلوۂ وفا کیا ہے
انجمن شمع بے حسن کے نصیب
عشق بے جذبۂ نہاں کیا ہے
چمن بے بادہ مے سے کیا ہے

(۲۵)

غنچہ ہے چراغ کی بھی پروانہ کہیں
غنچہ ہے یہی بس کہ لالہ ہے آتش
گلچیں کے لئے آہ سے آیا دود باتیں
نسیم کی جگہ اُس کی صورت ہے آتش

(۲۶)

ہم دشت نشاں دو قدم آگاہ و ذوق بیت الحرام ہیں
کیا کیا میکدے غنیمت اس بیت الحرام ہیں
دو روزہ بہار کی دنیا ہے اب ایک زباں بادہ و جام
یاں ہیں یہ ساقی کی بیت الحرام ہیں

(٢٩)

نگاہِ شوق سے ہے حسن کا جہاں پیدا
نئی نگہ سے تو ہوتا ہے اک نیا جہاں پیدا
نہ ہو نگاہ تو پھر یہ جہاں بھی کچھ بھی نہیں
نگہ سے سارا ہی گویا ہوا جہاں پیدا

(٣٠)

ہر اک ذرّے میں حسنِ ازل عیاں ہے ابھی
یہ کہہ دو بلبلوں سے چمن ہے جواں ابھی
حقیقتِ دلِ انساں کی کسی نے سمجھی نہیں
یہ قطرہ بھی ہے اک بحرِ بیکراں ابھی

(٣١)

یا پھر ہمیں بہر جو نہ ملے فرصتِ بہار
رہی کے فروش کریا اچھا ہے پیدا
ہے جس جمال سے نہ بہتر جمال کی بینی
رہی جمال سے وہ بستان آتشیں ہے

OSMANIA UNIVERSITY
LIBRARY
HYDERABAD-7

(٣٢)

نہاں سکوں سے یہ بنگاہ تو جہاں پیدا
ہیں یہ حسن کی لالہ کی جھلکیاں پیدا
زہے وہ دیدۂ مضطر کہ اور بھی پیدا
نگار دل ہے نہ ہے گرد کارواں پیدا

(۳۳)

بکھو دکھو کے مجھ سے یہ چھوٹے ارمان کے دل
کیوں تو اداس ہیں کچھ بھی نہیں آ گئے ہوں
اری زباں سے ہی اٹھاؤ دال کے ہیں
وا رنگ ضیائے سب بچھے آ گئے تیس لا تیں

---

(۳۴)

نظارہ ہو نہ سکا جب وہ حقیقت کا
بیاں ہو نہ سکا مجھ سے تجلیت کا
زباں الٹی اور آنکھیں بھی ہیں یہی
کر دی ہے اپنی کمال تماشا حیرت کا

مفت طلب کریں

فہرست کُتب

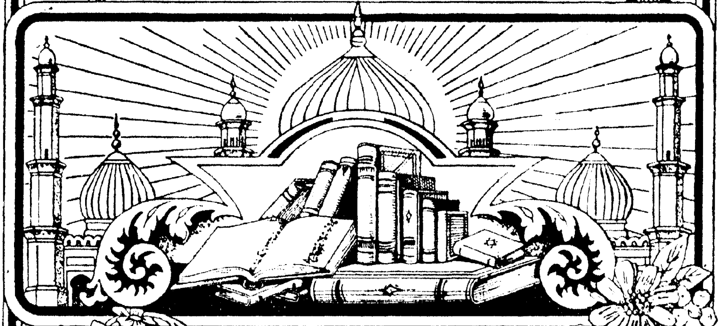

۱۹۳۷ء

تاج کمپنی لمیٹڈ ریلوے روڈ لاہور